

وَلَقَدْ يَنْشُرْنَا الْقُرْآنَ لِلذَّكَرِ فَهَلْ يَنْزِلُ مِنْ مُبَرِّكٍ كَرِيمٍ

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ
فِي تَفْسِيرِ كَلَامِ الْمَنَانِ

المعروف

(أَرْفُو)
تفسير السعدی

فی شرح عبد الرحمن بن ناصر السعدی

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیو یارک



ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الزیاض: 11416 سوئی عرب

فون: 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس: 4614483

جدہ فون و فیکس: 6807752 انٹرن فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان: ① 50 نورمال نزدیم - اے - او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalamapk@hotmail.com

② اقراسنٹر، غزنی سٹریٹ، اڈو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 625 5925 (001 718)

Website: <http://www.dar-us-salam.com>

وَلَقَدْ لَبِثْنَا الْقُرْآنَ لَكَدًّا مِمَّا مَرَّرْنَا

تیسیر الکرم الرحمن

فی تفسیر کلام المثنان
(اردو ترجمہ)

پارہ نمبر تیس 30

مفسر قرآن: فضیل بن عبد الرحمن بن ناصر السعدي

تحقیق: عبد الرحمن بن محمد اللویق

ترجمہ: تفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی

ترجمہ: القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف



دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ



فرمان الہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) فرمائیں گے:

”اے الہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔“

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمان نبوی

إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ

بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيُخَيِّضُ بِهِ الْآخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں ڈھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارہ نمبر تیس 30

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۷۸	سورة النبأ	2897	۳۰
۷۹	سورة النازعات	2902	۳۰
۸۰	سورة عبس	2909	۳۰
۸۱	سورة التکویر	2913	۳۰
۸۲	سورة الانفطار	2918	۳۰
۸۳	سورة المطففين	2921	۳۰
۸۴	سورة الانشقاق	2926	۳۰
۸۵	سورة البروج	2929	۳۰
۸۶	سورة الطارق	2934	۳۰
۸۷	سورة الأعلى	2936	۳۰
۸۸	سورة الغاشية	2939	۳۰
۸۹	سورة الفجر	2943	۳۰
۹۰	سورة البلد	2948	۳۰
۹۱	سورة الشمس	2951	۳۰
۹۲	سورة الليل	2953	۳۰
۹۳	سورة الضحیٰ	2956	۳۰
۹۴	سورة الشرح	2958	۳۰
۹۵	سورة التین	2960	۳۰
۹۶	سورة العلق	2962	۳۰

پارہ نمبر تیس 30

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۹۷	سورة القدر	2964	۳۰
۹۸	سورة البینة	2965	۳۰
۹۹	سورة الزلزال	2968	۳۰
۱۰۰	سورة العادیات	2969	۳۰
۱۰۱	سورة القارعة	2971	۳۰
۱۰۲	سورة التكاثر	2972	۳۰
۱۰۳	سورة العصر	2974	۳۰
۱۰۴	سورة الهمزة	2975	۳۰
۱۰۵	سورة الفیل	2976	۳۰
۱۰۶	سورة قریش	2977	۳۰
۱۰۷	سورة الماعون	2978	۳۰
۱۰۸	سورة الكوثر	2979	۳۰
۱۰۹	سورة الكافرون	2980	۳۰
۱۱۰	سورة النصر	2981	۳۰
۱۱۱	سورة تبت	2982	۳۰
۱۱۲	سورة الإخلاص	2983	۳۰
۱۱۳	سورة الفلق	2984	۳۰
۱۱۴	سورة الناس	2985	۳۰

تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّبَاِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰیاتھا ۴۰
رُکوعاھا ۲سُورَةُ النَّبَاِ
(۸۰ مکیہ)

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ ۲ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۳ كَلَّا

کس چیز کی بابت وہ باہم سوال کرتے ہیں؟ (اس) عظیم خبر کی بابت ○ کہ وہ اس میں اختلاف کرتے ہیں ○ ہرگز نہیں!

سَيَعْلَمُونَ ۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۵

عنقریب وہ جان لیں گے ○ پھر ہرگز نہیں! عنقریب وہ جان لیں گے ○

یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے کس چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کے بارے میں بیان فرمایا جس کے بارے میں وہ پوچھ رہے ہیں چنانچہ فرمایا: ﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ ○ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ﴾ یعنی عظیم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جس میں تکذیب اور مستبعد ہونے کی وجہ سے ان کا نزاع طول پکڑ گیا اور ان کی مخالفت پھیل گئی حالانکہ وہ ایسی خبر ہے جو شک کو قبول کرتی ہے نہ اس میں کوئی شبہ داخل ہو سکتا ہے، مگر مکذبین کا حال یہ ہے کہ اگر ان کے پاس تمام نشانیاں ہی کیوں نہ آجائیں یہ اپنے رب سے ملاقات پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں اس لیے فرمایا: ﴿كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ﴾ یعنی عنقریب جب ان پر عذاب نازل ہوگا جسے وہ جھٹلایا کرتے تھے تو انھیں معلوم ہو جائے گا اس وقت انھیں جہنم کی آگ میں دھکے دے کر ڈالا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ﴾ (الطور: ۱۶/۵۲) ”یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے نعمتوں اور ان دلائل کا ذکر کیا ہے جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں جسے رسول لے کر آئے ہیں۔ فرمایا:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا ۶ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۷ وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۸ وَجَعَلْنَا

کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو کچھونا؟ ○ اور پہاڑوں کو میٹھیں؟ ○ اور ہم نے پیدا کیا تمہیں جوڑا جوڑا ○ اور ہم نے بنایا

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۹ وَجَعَلْنَا الْبَيْلَ لِبَاسًا ۱۰ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۱۱ وَبَنَيْنَا

تمہاری نیند کو آرام کا ذریعہ ○ اور ہم نے بنایا رات کو لباس ○ اور ہم نے بنایا دن کو وقت معاش ○ اور بنائے ہم نے

فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۱۲ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۱۳ وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ

تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) ○ اور ہم نے بنایا ایک چراغ روشن ○ اور نازل کیا ہم نے بھرے بادلوں سے

مَاءٌ ثَجَّاجًا ۝ لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۝ وَجِئْتُ الْفَلَاكُ ۝

پانی خوب برسنے والا ۝ تاکہ نکالیں ہم اس کے ذریعے سے دانہ (غلہ) اور سبزہ ۝ اور باغات گھنے ۝

کیا ہم نے تمہیں بڑی بڑی نعمتوں سے نہیں نوازا؟ پس ہم نے تمہارے لیے بنایا ﴿الْأَرْضَ مِهْدًا﴾ زمین کو ہموار اور نرم، یعنی تمہارے لیے اور تمہارے مصالح، مثلاً: کھیتی باڑی کرنے، گھر بنانے اور راستے بنانے کے لیے۔ ﴿وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا﴾ ”اور پہاڑوں کو میخیں۔“ جو زمین کو ٹھہرائے ہوئے ہیں تاکہ وہ تمہیں لے کر متحرک نہ ہو جائے اور ڈھلک نہ جائے۔ ﴿وَخَلَقْنَاهُ أَزْوَاجًا﴾ یعنی ایک ہی جنس میں سے تمہیں مرد اور عورت بنایا تاکہ ہر ایک دوسرے سے سکون حاصل کرے تب مودت اور رحمت وجود میں آئے اور ان دونوں سے اولاد پیدا ہو۔ اس احسان کا ذکر لذت نکاح کو مضمّن ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا﴾ یعنی تمہاری نیند کو تمہاری راحت اور تمہارے اشغال کو منقطع کرنے والی بنایا جو اگر بڑھ جائیں تو تمہارے ابدان کو ضرر پہنچاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے رات کی یہ خاصیت بنائی کہ وہ لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے تاکہ ان کی ضرر رساں حرکات ٹھہر جائیں اور انہیں نفع مند راحت حاصل ہو۔ ﴿وَبَيْنَنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا﴾ یعنی تمہارے اوپر سات آسمان بنائے جو قوت، صلابت اور سختی کی انتہا پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو تھام رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے لیے چھت بنایا، آسمانوں میں انسانوں کے لیے متعدد فوائد ہیں اس لیے ان کے منافع میں سورج کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا﴾ ”اور ہم نے روشن چراغ بنایا۔“ چراغ کا ذکر کر کے سورج کی روشنی کی نعمت کی طرف اشارہ کیا ہے جو مخلوق کی ضرورت بن گئی ہے۔ وَهَّاج یعنی اس کی حرارت کا ذکر کر کے اس کے اندر پھلوں کو پکانے کی قوت اور دیگر منافع کی طرف اشارہ کیا۔

﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرِ﴾ یعنی ہم نے بادل سے اتارا ﴿مَاءً ثَجَّاجًا﴾ بہت زیادہ پانی ﴿لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا﴾ ”تاکہ اس کے ذریعے سے اناج پیدا کریں۔“ مثلاً: گیہوں، جو، مکئی اور چاول وغیرہ جسے آدمی کھاتے ہیں ﴿وَنَبَاتًا﴾ ”اور سبزہ۔“ یہ تمام نباتات کو شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے مویشیوں کے لیے خوراک بنایا ہے ﴿وَجِئْتُ الْفَلَاكُ﴾ اور گھنے باغات، ان کے اندر تمام اقسام کے لذیذ پھل ہیں، پس وہ ہستی جس نے یہ جلیل القدر نعمتیں عطا کی ہیں جن کی مقدار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے نہ انہیں شمار کیا جاسکتا ہے، تم کیونکر اس کا انکار کرتے ہو اور کیونکر اس خبر کو جھٹلاتے ہو جو اس نے تمہاری موت کے بعد تمہارے دوبارہ اٹھائے جانے اور قیامت کے بارے میں دی ہے؟

إِنَّ يَوْمَ الْفُصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝

بلاشبہ دن فیصلے کا ہے وقت مقرر ۝ (یعنی) جس دن پھونک ماری جائے گی صور میں تو تم آؤ گے فوج در فوج ۝

وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ

اور کھولا جائے گا آسمان تو ہو جائے گا وہ دروازے دروازے ۝ اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہو جائیں گے وہ (جیسے) سراب ۝ بلاشبہ

جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۖ لِلطَّاغِيْنَ مَابًا ۖ لِّبَشِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا ۚ لَا يَدْخُلُوْنَ فِيْهَا

جہنم ہے گھات کی جگہ ○ سرکشوں کا ٹھکانا ○ وہ ٹھہریں گے اس میں لمبی مدت ○ نہیں چکیں گے وہ

فِيْهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۖ اِلَّا حَبِيْبًا وَغَسَّاكًا ۖ جَزَاءٌ وَّفَاقًا ۖ اِنَّهُمْ كَانُوْا

اس میں ٹھنڈک اور نہ کوئی مشروب ہی ○ سوائے کھولتے پانی اور (بہتی) پیپ کے ○ (جزا دیے جائیے) جزا پوری ○ بلاشبہ وہ تھے

لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۖ وَكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۖ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۖ

نہیں امید رکھتے حساب (کتاب) کی ○ اور وہ جھٹلاتے تھے ہماری آیات کو جھٹلانا بہت ○ اور ہر چیز کو ضبط کر رکھا ہے ہم نے ایک کتاب میں ○

فَذُوْقُوْا فَلَٰنُ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۖ

سو چکھو تم، پس ہرگز نہیں زیادہ کریں گے ہم تمہیں مگر عذاب ہی میں ○

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کیا ہوگا جس کے بارے میں اہل تکذیب پوچھتے ہیں اور معاندین حق اس کا انکار کرتے ہیں یہ بہت ہی بڑا دن ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس دن کو ﴿مِيقَاتًا﴾ مخلوق کے لیے فیصلے کا دن مقرر کیا۔ ﴿يَنْفُخُ فِي الصُّورِ فَمَّا تَوَنَّوْا فَوَجَّأ﴾ ”جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم گروہ درگروہ آؤ گے۔“ اس دن بڑی بڑی مصیبتیں اور زلزلے آئیں گے جن سے دل دہل جائیں گے اور جنہیں دیکھ کر بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے۔ پہاڑ چل پڑیں گے حتیٰ کہ غبار بن کر کھڑ جائیں گے آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں دروازے بن جائیں گے اور اللہ تعالیٰ خلّاق کے درمیان اپنے حکم سے ایسا فیصلہ کرے گا جس میں ظلم نہ ہوگا۔ جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے سرکشوں کی گھات میں تیار کر رکھا ہے اور اسے ان کے لیے ٹھکانا اور لوٹنے کی جگہ بنایا ہے یہ سرکش لوگ اس میں مدتوں رہیں گے الْحَقُّ بہت سے مفسرین کے قول کے مطابق اسی سال کا عرصہ ہے۔

جب وہ جہنم میں وارد ہوں گے ﴿لَا يَدْخُلُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا﴾ ”وہاں ٹھنڈک کا مزہ چکیں گے نہ پینا نصیب ہوگا۔“ یعنی وہ ایسی کوئی چیز نہیں پائیں گے جو ان کی جلدوں کو ٹھنڈا کرے ان کی پیاس ہی کو دور کرے۔ ﴿اِلَّا حَبِيْبًا﴾ یعنی وہی کھولتا ہوا گرم پانی ہوگا جو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔ ﴿وَغَسَّاكًا﴾ اور اہل جہنم کی پیپ ہوگی جو انتہائی بدبودار اور انتہائی بد ذائقہ ہوگی۔ وہ ان بدترین عقوبتوں کے اس لیے مستحق ہیں کہ یہ ان کے ان اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے جنہوں نے ان کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہرگز ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ان اعمال کا ذکر کیا ہے جن کی بنا پر وہ اس سزا کے مستحق ٹھہرے ہیں چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾ یعنی وہ قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور نہ وہ اس پر یقین ہی رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اچھے برے اعمال کی جزا دے گا اس لیے وہ آخرت کی خاطر عمل کو فضول اور مہمل

سمجھتے تھے۔ ﴿وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا﴾ یعنی انھوں نے ہماری آیتوں کی واضح اور صریح طور پر تکذیب کی اور جب ان کے پاس واضح دلائل آئے تو انھوں نے ان کی مخالفت کی۔ ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ﴾ ”اور ہر چیز کو“ یعنی ہر تھوڑی یا زیادہ اچھی یا بری چیز ﴿أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا﴾ ہم نے اسے لوح محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے پس مجرم یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کو ایسے گناہوں کی سزا دی ہے جو انھوں نے کیے ہی نہیں اور نہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں سے کسی عمل کو ضائع کر دے گا یا ان میں سے کوئی ذرہ بھر عمل بھول جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَوَضَعَ الْكِتَابُ فِتْرَتِي الْمُجْرِمِينَ مَشْفُوقِينَ وَمَتَّافِيَةً وَيَقُولُونَ يُوَلِّتُنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلُمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ (الکہف: ۴۹/۱۸) اور اعمال نامے کو (کھول کر) رکھ دیا جائے گا اور تو مجرموں کو دیکھے گا کہ جو کچھ اس کتاب میں درج ہوگا وہ اس سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ یہ کیسی کتاب ہے جو کسی چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو، مگر اس نے اس کو درج کر رکھا ہے اور جو اعمال انھوں نے کیے ہیں ان سب کو موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ ﴿فَذُوقُوا﴾ ”پس چکھو۔“ اس دردناک عذاب اور دائمی رسوائی کو اے جھٹلانے والو! ﴿فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا﴾ ”ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔“ پس ہر آن اور ہر وقت ان کا عذاب بڑھتا رہے گا۔ اہل جہنم کے عذاب کی شدت کے بارے میں یہ سخت ترین آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے بچائے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۖ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۖ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۖ وَكَاسًا

بلاشبہ متقی لوگوں کیلئے کامیابی ہے ○ باغات اور انگور ہیں ○ اور ابھری چھاتیوں والیاں ہم عمر (بیویاں) ○ اور شراب کے جام

دھاقا ۖ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذْبًا ۗ

چھلکتے ہوئے ○ نہیں سنیں گے وہ اس میں لغو (باتیں) اور نہ جھوٹ ○

جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا ۖ

(دیئے جائیں گے) جزا آپ کے رب کی طرف سے عطیہ کافی ہو جانے والا ○

جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجرموں کا حال بیان کیا وہاں اہل تقویٰ کے انجام کا ذکر بھی فرمایا: ﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ

مَفَازًا﴾ یعنی جو لوگ اپنے رب کی ناراضی سے ڈر گئے اس کی اطاعت کا دامن تھام لیا اور اس کی نافرمانی سے باز

آگئے ان کے لیے کامیابی، نجات اور جہنم سے دوری ہے۔ اس کامیابی میں ان کے لیے ﴿حَدَائِقَ﴾ باغ ہیں۔

﴿حَدَائِقَ﴾ ان باغات کو کہا جاتا ہے جن میں خوبصورت درختوں اور پھلوں کی تمام اقسام جمع ہوں ﴿وَأَعْنَابًا﴾

”اور انگور ہیں۔“ ان باغات کے پتوں بیچ ندیاں بہ رہی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے انگور کے شرف اور ان باغات میں

ان کی کثرت کی بنا پر ان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ان باغات میں ان کی چاہت اور طلب کے مطابق بیویاں

ہوں گی ﴿كَوَاعِبٌ﴾ اس سے مراد ابھرے ہوئے پستانوں والی کنواری لڑکیاں ہیں جن کے پستان ان کے شباب ان کی قوت اور ان کی تازگی کے باعث ڈھیلے نہیں پڑے۔ ﴿اَنْرَابًا﴾ ”ہم عمر عورتیں۔“ ہم عمر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ باہم محبت والفت رکھنے والی اور باہم اچھی معاشرت والی ہوتی ہیں، وہ عمر جس میں وہ ہوں گی، تینتیس سال ہے اور یہ معتدل ترین شباب کی عمر ہے۔

﴿وَكَاَسًا دِهَاقًا﴾ یعنی شراب کے چھلکتے ہوئے جام ہوں گے پینے والوں کی لذت کے لیے۔ ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا﴾ یعنی وہ ایسا کلام نہیں سنیں گے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو ﴿وَلَا يَذَّبَا﴾ ”اور نہ جھوٹ۔“ یعنی گناہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝ اِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا﴾ (الواقعة: ۶: ۲۵، ۲۶) ”وہ جنت میں کوئی بے ہودہ بات سنیں گے نہ گناہ کی بات، صرف سلام ہی سلام کی بات سنیں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے ان کو یہ ثواب جزیل عطا کیا ہے۔

﴿جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ﴾ ان کے لیے بدلہ ہے تمہارے رب کی طرف سے ﴿عَطَاءً حِسَابًا﴾ ”یہ انعام کثیر۔“ یعنی ان کے اعمال کے سبب سے جن کی توفیق سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ مند کیا اور ان اعمال کو اپنی تکریم و اکرام تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنُ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ

جور رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے نہایت مہربان نہیں اختیار رکھیں گے وہ اس سے بات کرنے کا اس دن کھڑے ہوں گے

الرُّوْحِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صٰفَّٰتٌ لَا يَتَكَبَّرُوْنَ اِلَّا مَنۡ اٰذَنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

جبریل اور (سب) فرشتے صف بستہ نہیں کلام کر سکیں گے وہ مگر وہی کہ اجازت دے گا اس کو رحمن اور کہے گا وہ درست (بات) ○

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذْ اِلٰى رَبِّهِۦ مَا بَا ۙ ﴿۳۹﴾ اِنَّا اَنْزَلْنٰكُمْ عَدَاۤءًا قَرِيْبًا ۙ

یہ دن ہے برحق سو جو چاہے وہ پکڑے اپنے رب کی طرف ٹھکانا ○ بلاشبہ ہم نے ڈرا دیا ہے تمہیں قریب کے عذاب سے

يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰٓهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ لِيَلَيْتَنِىۡ كُنْتُ ثَرِيًّا ۙ ﴿۴۰﴾

اس دن دیکھے گا انسان جو کچھ آگے بھیجا اس کے دونوں ہاتھوں نے اور کہے گا کافر! اے کاش! ہوتا میں مٹی ○

یعنی جس نے انہیں یہ عطیات عطا کیے وہ ان کا رب ہے ﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔“ جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کی تدبیر کی ﴿الرَّحْمٰنِ﴾ جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کننا ہے۔ پس اس نے ان کی نشوونما کی ان پر رحم کیا اور ان کو لطف و کرم سے نوازا حتیٰ کہ انہوں نے بہت کچھ پالیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اپنی عظمت اور اپنی عظیم بادشاہی کا ذکر فرمایا۔ اس روز تمام مخلوق خاموش ہوگی کوئی بات نہیں کرے گا ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ ”اس سے بات چیت کرنے کا انہیں اختیار نہیں ہوگا۔“ ﴿اِلَّا مَنۡ اٰذَنَ لَهُ

الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿﴾ یعنی کوئی شخص بات نہیں کر سکے گا مگر ان دو شرطوں کے ساتھ۔

اول: جسے اللہ تعالیٰ بات کی اجازت دے۔

ثانی: اور وہ جو بات کرے وہ ٹھیک ہو۔

اس لیے کہ ﴿ذَلِكَ الْيَوْمُ﴾ ”یہ دن۔“ ﴿الْحَقُّ﴾ ”ہی سچا (دن) ہے۔“ جس میں باطل رائج ہو سکتا ہے نہ جھوٹ فائدہ دے سکتا ہے۔ یہ وہ دن ہے ﴿يَقُومُ الرُّوحُ﴾ ”جس میں روح (الامین) کھڑا ہوگا۔“ روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جو تمام فرشتوں میں افضل ہیں۔ ﴿وَالْمَلَائِكَةُ﴾ اور تمام فرشتے بھی کھڑے ہوں گے ﴿صَفًّا﴾ صف باندھے اللہ تعالیٰ کے حضور سرافگندہ ہو کر ﴿لَا يَتَكَلَّمُونَ﴾ ”وہ کلام نہیں کر سکیں گے۔“ سوائے اس بات کے جس کی اللہ تعالیٰ اجازت دے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ترغیب و ترہیب اور تشہیر و انداز کے بعد فرمایا: ﴿فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا بَاتًا﴾ ”پس جو شخص چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے۔“ یعنی عمل اور اچھی بات کرے جو قیامت کے دن اس کی طرف لوٹے گی۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَذَابًا قَرِيبًا﴾ ”بلاشبہ ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے۔“ کیونکہ وہ عذاب قریب آ گیا ہے اور جو چیز آ رہی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے ﴿يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ﴾ ”اس دن آدمی ان (اعمال) کو دیکھ لے گا جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے۔“ یعنی یہی وہ چیز ہے جو اسے ہم و فکر میں ڈالے گی اور وہ اس سے گھبرائے گا۔ پس اسے اس دنیا میں دیکھنا چاہیے کہ اس نے دائی گھر کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ جیسے اللہ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَيْرِ اللَّهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (الحشر: ۵۹/۱۸) ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ ہر اس عمل کی خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔“ اگر وہ (اپنے اعمال میں) کوئی بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور اگر بھلائی کے سوا کچھ اور پائے تو وہ صرف اپنے ہی نفس کو ملامت کرے اسی لیے کفارِ رشذتِ حسرت و ندامت کی وجہ سے موت کی تمنا کریں گے ﴿وَيَقُولُ الْكَافِرُ لَيْسَتَنِي كُنْتُ تُرَابًا﴾ ”اور کافر کہے گا کاش! میں مٹی ہوتا۔“ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کفر اور ہر قسم کے شر سے عاقبت عطا کرے۔ بلاشبہ وہ بہت جواد اور نہایت کرم والا ہے۔

نَفْسِ سُوْرَةِ التَّوْحَاتِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

۱۶ آیات
۲ رکعات

سُوْرَةُ التَّوْحَاتِ
(۱۸۱)

وَالنُّزْعَتِ غَرْقًا ۝۱ وَالنُّشُطِ نَشْطًا ۝۲ وَالسَّبْحِ سَبْحًا ۝۳ فَالْشِّقَتِ

قسم ہے جنتی سے روح نکالنے والو کی ڈوب کر ۝ اور آسانی سے روح نکالنے والو کی تیزی سے تیرنا پھر آگے بڑھنے والو کی

سَبْقًا ۝۴ فَالْمَدْبَرَتِ اَمْرًا ۝۵ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاحِفَةُ ۝۶ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ۝۷

دوڑ کر ۝ پھر ان کی جو مَدبِرہ کر نیوالے ہیں ہر امر کی ۝ جس دن کانپنے والی ۝ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ۝

قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝۸ ابْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ يَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ

کئی دل اس دن دھڑکتے ہوں گے ۝ ان کی آنکھیں جھکی (نیچی) ہوں گی ۝ وہ کہتے ہیں، کیا یقیناً ہم لوٹائے جائیں گے

فِي الْحَافِرَةِ ۝۱۰ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ قَالُوا تِلْكَ اِذَا كَرَرْتَ خَاسِرَةً ۝۱۲

پہلی حالت میں؟ ۝ کیا جب ہو جائیں گے ہم ہڈیاں بوسیدہ؟ ۝ وہ کہتے ہیں، یہ اس وقت واپسی ہوگی خسارے والی ۝

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝۱۳ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴

پس صرف وہ تو ایک (خوف ناک) ڈانٹ ہوگی ۝ تو کیا یک (لوگ) ہوں گے کھلے میدان میں ۝

مکرم فرشتوں اور ان کے افعال کی کھائی ہوئی یہ قسمیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ان کی کامل اطاعت اور اس کو نافذ کرنے میں ان کی سرعت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ جس امر پر قسم کھائی گئی ہے وہ جزا اور قیامت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد قیامت کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ جس پر قسم کھائی گئی ہے اور جس کی قسم کھائی ہے وہ دونوں ایک ہوں، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اس لیے قسم کھائی ہے کہ ان پر ایمان لانا ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے، نیز یہ کہ یہاں ان کے افعال کا ذکر کرنا اس جزا کو متضمن ہے جس کا انتظام موت کے وقت، موت سے پہلے یا موت کے بعد فرشتے کرتے ہیں اس لیے فرمایا: ﴿وَالنُّزْعَتِ غَرْقًا﴾ ”ان کی قسم! جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں۔“ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو طاقات کے ساتھ روح قبض کرتے ہیں اور روح قبض کرنے میں مبالغہ کرتے ہیں یہاں تک کہ روح نکل جاتی ہے اور اسے اس کے عمل کی جزا دی جاتی ہے۔ ﴿وَالنُّشُطِ نَشْطًا﴾ ”اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں۔“ اس سے بھی فرشتے مراد ہیں جو ارواح کو قوت اور نشاط کے ساتھ نکالتے ہیں یا اس کے معنی یہ ہیں کہ پھرتی اور تیزی سے روح نکالنے کا معاملہ اہل ایمان کی ارواح کے ساتھ ہے اور ارواح کو کھینچ کر زور سے نکالنا کفار کی ارواح کے ساتھ ہے۔

﴿وَالسَّبْحِ سَبْحًا﴾ یعنی ہوا کے اندر اھر اھر آتے جاتے، اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے فرشتوں کی قسم! ﴿فَالشِّقَتِ﴾ دوسروں پر سبقت لے جانے والے ﴿سَبْقًا﴾ ”سبقت لے جانا۔“ پس فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف جلدی سے آگے بڑھتے ہیں اور وحی الہی کو اللہ تعالیٰ کے رسولوں تک پہنچانے میں شیاطین سے آگے بڑھ جاتے ہیں تاکہ شیاطین اس کو چرانہ لیں۔ ﴿فَالْمَدْبَرَتِ اَمْرًا﴾ یہ وہ فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم بالا اور عالم سفلی کے

بہت سے امور کی تدبیر کے لیے مقرر فرمایا ہے مثلاً: بارشوں، نباتات، ہواؤں، سمندروں، ماؤں کے بیٹوں میں بچوں، حیوانات، جنت اور جہنم وغیرہ کے امور۔

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ ”جس دن زمین پر بھونچال آئے گا۔“ اور یہ قیامت کا قائم ہونا ہے۔ ﴿تَتَّبِعَهَا الرَّادِفَةُ﴾ یعنی ایک اور زلزلہ جو اس کے ساتھ ہی اس کے پیچھے پیچھے آئے گا۔ ﴿قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ﴾ اس دن جو کچھ نظر آئے گا اور سنائی دے گا اس کی شدت کی بنا پر دل دہل جائیں گے ﴿أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾ نگاہیں بہت ذلیل اور حقیر ہوں گی ان کے دلوں پر خوف طاری ہوگا گھبراہٹ ان کی عقل کو زائل کر دے گی ان پر تاسف کا غلبہ ہوگا اور حسرت ان پر قبضہ کر لے گی۔

منکرین قیامت دنیا کے اندر استہزاء کے طور پر اور حیات بعد الموت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿إِنَّا لَكَاكِرُونَ فِي الْحَافِرَةِ﴾ یعنی کیا مرنے کے بعد ہمیں پہلی تخلیق کی طرف لوٹایا جائے گا؟ یہ استفہام انکاری ہے جو انتہائی تعجب اور اس کو محال سمجھنے پر مبنی ہے، انھوں نے حیات بعد الموت کا انکار کیا، پھر اس کو بعید سمجھنے میں بڑھتے چلے گئے پھر اسی پر جم گئے۔ وہ اس دنیا میں تکذیب کے طور پر کہتے ہیں ﴿إِذَا لَنَا عَظَمًا نَجْرَةً﴾ یعنی جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا اس کے بعد ہمیں دوبارہ زندگی کی طرف لوٹایا جائے گا؟ ﴿قَالُوا تِلْكَ إِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾ ”کہتے ہیں“ یہ لوٹنا خسارہ ہے۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں جہالت اور اس کے حضور جسارت کی بنا پر اس امر کو بعید سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انھیں دوبارہ زندہ کر دے گا جب وہ بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا انھیں دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اس امر کے بہت آسان ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَنَأْتِيَنَّكَ ذِكْرًا وَاحِدَةً﴾ ”وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی۔“ یعنی اس روز صور پھونکا جائے گا، تب تمام خلایق ﴿بِالسَّاهِرَةِ﴾ روئے زمین پر کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا ان کے درمیان عدل پر مبنی فیصلے کرے گا اور ان کو جزا و سزا دے گا۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۖ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۖ إِذْ هَبْ

تحقیق آچکی ہے آپ کے پاس بات موسیٰ کی ○ جب پکارا تھا اس کو اس نے مقدس وادی طوًی میں ○ (اور کہا) جاؤ

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْنَٰی ۖ وَ أَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ

فرعون کی طرف بلاشبہ اس نے سرکشی کی ہے ○ پس کہیے کیا تجھے (رضبت) ہے اکی کہ تو پاک ہو؟ ○ اور میں رہنمائی کروں تیری تیرے رب کی طرف

فَتَخَشَّىٰ ۖ فَإِنَّهُ الْآيَةُ الْكُبْرَىٰ ۖ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۖ ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْعَىٰ ۖ

کہ تو ڈرے ○ پھر موسیٰ نے دکھائی فرعون کو نشانی بڑی ○ تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ○ پھر وہ پلٹا (فسادی) کو شش کرتے ہوئے ○

فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۖ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۖ فَآخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ

پھر اس نے (سب کو) جمع کیا اور پکارا ○ پس کہا میں ہوں تمہارا رب سب سے بڑا ○ تو پکڑ لیا اس کو اللہ نے عذاب میں آخرت

وَالْأُولَىٰ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ط

اور دنیا کے ○ بلاشبہ اس میں البتہ عبرت ہے اس کیلئے جو ڈرتا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ﴾ یہ ایک عظیم معاملے کے بارے میں استفہام ہے جس کا وقوع متحقق ہو چکا ہے، یعنی کیا آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہنچا ہے؟ ﴿إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ”جب ان کے رب نے انھیں پاک میدان طوی میں پکارا۔“ یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، انھیں رسالت سے سرفراز فرمایا، انھیں وحی کے ساتھ مبعوث کیا اور انھیں اپنے لیے چن لیا۔ ﴿إِذْ هَبَ إِيَّاهُ عَمُونَ ط﴾ ”فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو رہا ہے۔“ اسے نہایت نرم بات اور پر لطف خطاب کے ذریعے سے اس کی سرکشی، شرک اور نافرمانی سے روکو شاید کہ وہ ﴿يَتَذَكَّرَ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ (طہ: ۴۱، ۴۲) ”نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔“

﴿قُلْ﴾ اس سے کہہ دیجیے: ﴿هَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَلَّىٰ﴾ کیا تو کوئی نصیحت حمیدہ اور اچھی تعریف چاہتا ہے جس میں خردمند لوگ ایک دوسرے سے مقابلے کی رغبت رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو پاک کرے اور کفر و طغیان سے اپنی تطہیر کر کے ایمان اور عمل صالح کی طرف آئے؟

﴿وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ﴾ یعنی میں اس کی طرف تیری رہنمائی کروں اور اس کی ناراضی کے مواقع میں سے اس کی رضا کے مواقع واضح کروں ﴿فَتَخْشَىٰ﴾ پس جب تجھے صراطِ مستقیم معلوم ہو جائے تو اللہ سے ڈر جائے۔ جس چیز کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی تھی، فرعون نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ﴿فَآرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ﴾ ”پس اس نے اس کو بڑی نشانی دکھائی۔“ یعنی بڑی نشانی کی جنس اور یہ ان نشانیوں کے تعدد کے منافی نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَالْقُلُوبُ غَصَاهُ فَلَا ذَا هِيَ لُغْبَانٌ مُّبِينٌ ○ وَنَزَعَ يَدَهُ فَادَاهُ بَيْضَاءَ لِلْغَظْرِينَ﴾ (الاعراف: ۱۰۷، ۱۰۸) ”موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ بیکار صاف ایک اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ سب دیکھنے والوں کے لیے روشن چمکتا ہوا ہو گیا۔“

﴿فَكَذَّبَ﴾ پس اس نے حق کو جھٹلایا ﴿وَعَصَىٰ﴾ اور حکم کی نافرمانی کی ﴿فَمَا آذَبَ رَبُّكَ﴾ ”پھر لوٹ گیا اور تدبیریں کرنے لگا۔“ یعنی حق کا مقابلہ اور اس کے خلاف جنگ میں جدوجہد کرنے لگا ﴿فَحَشَرَ﴾ پس اس نے اپنے لشکروں کو جمع کیا ﴿فَنَادَىٰ ○ فَقَالَ﴾ اور پکارا اور ان سے کہا: ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ ”میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔“ پس جب اس نے ان کو کمزور پایا تو انھوں نے اس کے سامنے سراطعت خم کر دیا اور اس کے باطل کا اقرار کر لیا۔

﴿فَاخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ﴾ ”پس اللہ نے اس کو دنیا و آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا۔“ یعنی اللہ

تعالیٰ نے اس کی سزا کو دنیا اور آخرت کے عذاب کے لیے دلیل، تنبیہ اور اس کو بیان کرنے والی بنایا۔ ﴿إِنَّ فِي

ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّمَن يَّخْشَى ﴿٢٨﴾ ”بے شک اسی میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرے۔“ کیونکہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہی آیات الہی اور عبرتوں سے مستفید ہوتا ہے، لہذا جب وہ فرعون کی سزا پر غور کرے گا تو اسے اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو جائے گی کہ جو کوئی تکبر اور نافرمانی کرتا ہے اور مالکِ اعلیٰ کا مقابلہ کرتا ہے، اسے دنیا و آخرت میں سزا ملتی ہے۔ جس کسی دل سے خشیت الہی رخصت ہو جاتی ہے تو اس کے پاس چاہے ہر قسم کی نشانی کیوں نہ آجائے وہ ایمان نہیں لاتا۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ السَّمَاءُ بَنَاهَا ﴿٢٩﴾ رَفَعَ سَبْكَهَا فَسَوَّيَهَا ﴿٣٠﴾
کیا تم سخت تر ہو (دوبارہ) تخلیق میں یا آسمان؟ اس (اللہ) نے اسے بنایا ○ بلند کی اسکی چھت پھر ٹھیک ٹھاک کیا اسکو ○

وَاعْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحَاهَا ﴿٣١﴾ وَالْاَرْضُ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَا ﴿٣٢﴾
اور تاریک کیا اسکی رات کو اور ظاہر (روشن) کیا اس کے دن کو ○ اور زمین کو بعد اس کے بچھا یا اس کو ○

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعَهَا ﴿٣٣﴾ وَالْجِبَالُ اَرْسُهَا ﴿٣٤﴾

نکالا اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارہ ○ اور پہاڑوں کو گاڑ دیا ان کو ○

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٥﴾

فائدے کے لیے واسطے تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آخرت کو اور اجساد کے دوبارہ زندہ کرنے کو بعید سمجھنے والوں کے لیے واضح دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ السَّمَاءُ﴾ ”بنانا زیادہ شدید ہے یا آسمان کا؟“ جو بڑے بڑے اجرامِ طاقت و مخلوق اور انتہائی بلند یوں والا ہے ﴿بَنَاهَا﴾ اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ ﴿رَفَعَ سَبْكَهَا﴾ یعنی اس نے اس کی چھت اور صورت کو بلند کیا ﴿فَسَوَّيَهَا﴾ ”پھر اسے برابر کر دیا۔“ یعنی اس کو محکم اور مضبوط بنا کر جو عقل کو حیران اور خرد گو کم کر دیتا ہے۔ ﴿وَاعْطَشَ لَيْلَهَا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رات کو تاریک کرتا ہے تو یہ تاریکی آسمان کے تمام کناروں تک پھیل جاتی ہے اور روزے زمین کو تاریک کر دیتی ہے ﴿وَاعْطَشَ لَيْلَهَا﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ سورج کو لے کر آتا ہے تو روزے زمین پر عظیم روشنی ظاہر کرتا ہے تو لوگ اپنے دینی اور دنیاوی کاموں کے لیے پھیل جاتے ہیں۔ ﴿وَالْاَرْضُ بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ یعنی آسمان کی تخلیق کے بعد زمین کو ﴿دَحَاهَا﴾ ”اس نے بچھا دیا۔“ یعنی اس کے اندر اس کے منافع و دیعت کر دیے۔

پھر اپنے اس ارشاد سے اس کی تفسیر بیان کی: ﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعَهَا﴾ ○ وَالْجِبَالُ اَرْسُهَا ﴿٣٤﴾ ”اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا اور پہاڑوں کو گاڑ دیا۔“ یعنی انھیں زمین پر مضبوطی سے جمایا آسمانوں کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا کر ہموار کیا، جیسے کہ ان آیات کریمہ میں منصوص ہے اور ربی خود

زمین کی تخلیق تو یہ آسمان کی تخلیق سے مقدم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ أَهْبِئَكُمْ لَتُكْفَرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَاعَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ﴾ (حَمَّ السَّجْدَةِ: ۹۱/ ۹-۱۲) ”کہہ دیجیے: کیا تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم ہو کہ اس کے ہم سر بناتے ہو وہ تمام جہانوں کا رب ہے اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ رکھ دیے اور اس کے اندر برکت رکھ دی اور چار دن میں اس کے اندر اس کی غذاؤں کو مقدر کر دیا، تمام طلب گاروں کے لیے یکساں طور پر پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا پس اس نے آسمان سے اور زمین سے کہا: دونوں آؤ خوش دلی کے ساتھ یا بادل نحو استہ انھوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں پس اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیے۔“

پس جس نے بڑے بڑے آسمان، ان کی روشنیاں، اجرام فلکی، گردبھری اور کثیف زمین، اس کے اندر مخلوق کی ضروریات اور ان کی منفعتیں ودیعت کر دیں، وہ ضرور مکلف مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ پس جس نے نیکی کی اس کے لیے بھلائی ہے اور جس نے برائی کی وہ صرف اپنے نفس کو ملامت کرے۔ بنا بریں اس کے بعد قیامت کے برپا ہونے کا ذکر کیا اور پھر جزا و سزا کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَى ۖ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى ۖ وَبُرْزَتِ

پس جب آجائے گی آفت بڑی (قیامت) ۝ اس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی ۝ اور ظاہر کر دی جائے گی

الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَى ۖ فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۖ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ

دوزخ (ہر) اس شخص کے لیے جو دیکھتا ہے ۝ پس لیکن جس نے سرکشی کی ۝ اور ترجیح دی اس نے حیات دنیا کو ۝ تو بلاشبہ

الْجَحِيمُ هِيَ الْبَاوَى ۖ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ

جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ۝ اور لیکن جو ڈر گیا سامنے کھڑے ہونے سے اپنے رب کے اور اس نے روکا (اپنے) نفس کو

عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْبَاوَى ۖ

(بریں) خواہش سے ۝ تو بلاشبہ جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ۝

یعنی جب قیامت کبریٰ اور بہت بڑی سختی، جس کے سامنے ہر سختی بچ ہے، آئے گی اس وقت باپ اپنے بیٹے

سے، دوست اپنے دوست سے اور محبت اپنے محبوب سے غافل ہو جائے گا اور ﴿يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى﴾

”اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا۔“ یعنی دنیا کے اندر اس نے اچھے اور برے جو کام کیے تھے۔ پس وہ

اپنی نیکیوں میں ذرہ بھر نیکی کے اضافے کی تمنا کرے گا اور اپنی برائیوں میں ذرہ بھر اضافے پر غم زدہ ہو جائے گا۔

تب اسے اپنے اس نفع اور خسارے کی حقیقت معلوم ہوگی جو اس نے دنیا کے اندر کمایا۔ اعمال کے سوا تمام اسباب اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے جو وہ دنیا کے اندر رکھتا تھا۔

﴿وَبُذِّتِ الْجَنِّمُ لِمَنْ يَرَى﴾ یعنی جہنم کو میدان میں ہر ایک کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ اسے جہنمیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ جہنم ان کو پکڑنے کے لیے تیار اور اپنے رب کے حکم کا منتظر ہوگا۔ ﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَى﴾ یعنی جس نے حد سے تجاوز کیا، بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کی اور ان حدود پر اقتصر نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کی تھیں ﴿وَأَثَرَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا﴾ اور آخرت پر دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اور دنیا ہی کے حظوظ و شہوات میں مستغرق رہا اور اسی کے لیے بھاگ دوڑ کی اور اس کا تمام تر وقت دنیا ہی کے لیے رہا اور اس نے آخرت اور اس کے لیے عمل کو فراموش کر دیا۔ ﴿فَإِنَّ الْجَنِّمَ هِيَ الْمَأْوَى﴾ یعنی جس کا یہ حال ہے، جہنم اس کا ٹھکانا اور مسکن ہوگا۔

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ﴾ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے اور عدل و انصاف پر مبنی اس کی جزا سے ڈر گیا اور اس ڈرنے اس کے دل کو متاثر کیا اور اپنے نفس کو ان خواہشات سے روک لیا جو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتی ہیں اور اس کی خواہشات اس چیز کے تابع ہو گئیں جو رسول ﷺ لے کر آئے ہیں اور ان خواہشات کے خلاف جدوجہد کی جو بھلائی سے روکتی ہیں۔ ﴿فَإِنَّ الْجَنَّةَ﴾ ”تو بے شک جنت۔“ جو ہر بھلائی، سرور اور نعمت پر مشتمل ہے ﴿هِيَ الْمَأْوَى﴾ مذکورہ اوصاف کے حامل شخص کا ٹھکانا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسُهَا ۖ فِيمَا أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۖ

وہ (کافر) سوال کرتے ہیں آپ سے قیامت کی بابت کب ہے قائم (واقع) ہونا اسکا؟ کس چیز میں ہیں آپ اس کے ذکر سے؟

إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَىٰ ۖ إِنَّكَ أَنْتَ مُنْذِرٌ مِّنْ يَّخْشَاهَا ۖ كَانَهُم

آپ کے رب ہی کی طرف ہے انتہا اس (کے علم) کی؟ پس صرف آپ تو ڈرانے والے ہیں اسکو جو ڈرتا ہے اس سے؟ گویا کہ وہ (کافر)

يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحًى ۖ

جس دن دیکھیں گے اس کو (تو سمجھیں گے کہ) نہیں ٹھہرے وہ (دنیا میں) مگر ایک شام یا صبح اس کی

قیامت کو جھٹلانے والے اور لغزش کے خواہاں لوگ آپ سے پوچھتے ہیں: ﴿عَنِ السَّاعَةِ﴾ ”قیامت کے متعلق۔“ کہ اس کا وقوع اور ﴿أَيَّانَ مُرْسُهَا﴾ ”اس کا قیام کب ہوگا؟“ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿فِيمَا أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا﴾ ”پس تم اس کے ذکر کی فکر میں ہو؟“ یعنی اس کے ذکر اور اس کی آمد کے وقت کی معرفت حاصل کرنے میں آپ کو اور ان کو کیا فائدہ؟ پس اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اس لیے کہ قیامت کے وقت کے بارے میں بندوں کے علم میں کوئی دینی مصلحت ہے نہ دنیاوی مصلحت، بلکہ قیامت کے وقت کے اخفا ہی میں مصلحت ہے اس

لیے اس کے علم کو تمام مخلوق سے مخفی رکھا اور اس کے علم کو صرف اپنے لیے مخصوص رکھا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا﴾ یعنی اس کا علم اللہ تعالیٰ پر منتہی ہوتا ہے، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيفٌ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف: ۱۸۷/۷) ”یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کو اس کے وقت پر صرف وہی ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا۔ وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ فرما دیجیے کہ اُس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ مَّنْ يَخْشَاهَا﴾ یعنی آپ کی تنبیہ کا فائدہ صرف اسی شخص کو ہوتا ہے جو اس گھڑی کی آمد سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے سب سے اہم چیز اس کے لیے تیاری اور اس کے لیے عمل ہے۔ جو کوئی قیامت پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ اس کی پروا نہیں کرتا اور نہ وہ اس تکلیف میں پڑتا ہے، کیونکہ یہ ایسا تعنت ہے جو تکذیب اور عناد پر مبنی ہے اور جب سائل اس حال کو پہنچ جائے تو اس کے بارے میں جواب دینا عبث ہے، اہم الحاکمین اس عبث کام سے منزہ ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ عَبَسَ

ابن کثیر ۲۲	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	مؤید کا عبس (۱۸۰)
رُكُوعُهَا ۱	اللہ کے نام سے (طریق) جو نہایت سربازان، بہت کم کرتے والا ہے	مُؤَيَّدٌ ۱۸۰

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۱ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۲ وَمَا يَدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزْكٰی ۳ اَوْ يَدْكُرُوۡ
 ماتھے پہ منڈالے اور منہ پھیر لیا ۱ اس لیے کہ آیا لگے پاس ایک ناہن ۲ اور کس چیز نے خودی ۳ پکڑا یا کہ وہ پاک ہو جاتا ۴ یا وہ نصیحت حاصل کرتا
 فَتَنْفَعُهُ الذِّكْرٰی ۴ اَمَّا مِّنْ اَسْتَعْفٰی ۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصْدٰی ۶ وَمَا عَلٰیكَ اَلَّا
 (منہ) پس نفع دیتی اس کو نصیحت ۵ لیکن جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے ۶ تو آپ اس کے درپے ہوتے ہیں ۷ حالانکہ نہیں ہے آپ پر
 يَزْكٰی ۷ وَاَمَّا مِّنْ جَآءَكَ يَسْعٰی ۸ وَهُوَ يَخْشٰی ۹ فَاَنْتَ عَنْهٗ تَلْهٰی ۱۰
 (کوئی الزام) یہ کہ نہ پاک ہو ۸ اور لیکن جو شخص آیا آپ کے پاس دوڑتا ہوا ۱۰ اس حال میں کہ وہ ڈرتا ہے ۱۰ تو آپ اس سے بے پروائی کرتے ہیں ۱۰

ان آیات کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ اہل ایمان میں سے ایک نابینا شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ سے کچھ پوچھنے اور سیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔ (مکہ مکرمہ کے) دولت مند لوگوں میں سے بھی ایک شخص آپ

کی خدمت میں حاضر تھا آپ مخلوق کی ہدایت کے بہت حریص تھے چنانچہ آپ اس دولت مند شخص کی طرف مائل ہوئے اور اس کی طرف توجہ مبذول کی اور اس نابینا محتاج کی طرف توجہ نہ کی اس امید پر کہ وہ دولت مند شخص راہ ہدایت پالے اور اس کا ترکیہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے نہایت لطیف پیرائے میں آپ پر ناراضی کا اظہار کیا چنانچہ فرمایا: ﴿عَبَسَ﴾ یعنی آپ ترش رو ہو گئے ﴿وَتَوَلَّى﴾ اور اپنے جسم کو موڑ لیا اس بنا پر کہ اندھا آپ کے پاس آیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نابینا شخص کی طرف توجہ دینے کا فائدہ بیان فرمایا: ﴿وَمَا يَذُرِيكَ لَعَلَّكَ﴾ ”اور تھیں کیا خبر کہ شاید وہ۔“ یعنی نابینا شخص ﴿يَرَى﴾ اخلاق رذیلہ سے پاک اور اخلاق جمیلہ سے متصف ہونا چاہتا ہو؟ ﴿أَوْ يَذُكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرُ﴾ یا وہ کسی چیز سے نصیحت پکڑتا جو اسے فائدہ دیتی اور وہ اس نصیحت سے نفع حاصل کرتا؟ یہ بہت بڑا فائدہ ہے اور یہی چیز انبیاء و رسل کی بعثت و اعظین کے وعظ اور یاد دہانی کرانے والوں کی تذکیر کا مقصد ہے جو شخص اس چیز کا حاجت مند بن کر خود چل کر آیا ہے اس کی طرف آپ کو توجہ دینا زیادہ لائق اور واجب ہے۔

رہا آپ کا اس بے نیاز دولت مند کی ہدایت کے درپے ہونا اور اس سے تعرض کرنا جو بھلائی میں عدم رغبت کی بنا پر سوال کرتا ہے نہ فتویٰ طلب کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اس شخص کو چھوڑ دینا جو اس سے زیادہ اہم ہے آپ کے لیے مناسب نہیں، کیونکہ آپ پر اس کے پاکیزگی اختیار نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر وہ پاک نہیں ہوتا تو آپ اس برے کام کا محاسبہ کرنے والے نہیں ہیں جس کا وہ ارتکاب کرتا ہے۔ یہ چیز ایک مشہور شرعی قاعدے پر دلالت کرتی ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی امر معلوم کو کسی امر مہوم کی خاطر اور کسی مصلحت متحققہ کو کسی مصلحت مہومہ کی خاطر ترک نہ کیا جائے نیز مناسب یہ ہے کہ وہ طالب علم جو علم کا حاجت مند اور حصول علم کا حریص ہے اس پر دوسروں کی نسبت زیادہ توجہ دی جائے۔

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۝۱۲ فِي صُحُفٍ مُّكْرَمَةٍ ۝۱۳ مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴

ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے ۝ سو جو چاہے وہ یاد کرے ۝ قابل احترام صحیفوں میں ۝ بلند مرتبہ پاکیزہ ۝

بَايِدُنِي سَفَرَةً ۝۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۶ قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرُهُ ۝۱۷ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ

ہاتھوں میں ایسے کھنے والوں کے ۝ جو معزز و نیکو کار ہیں ۝ ہلاک کیا جائے انسان کس قدر ناشکرا ہے؟ ۝ کس چیز سے

خَلَقَهُ ۝۱۸ مِنْ تُفْطَةٍ ط خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۝۱۹ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَهُ ۝۲۰ ثُمَّ أَمَاتَهُ

اس (اللہ) نے پیدا کیا اسکو؟ ۝ ایک نطفے سے پیدا کیا اسکو پھر اس نے اندازہ لگا دیا اسکو ۝ پھر راست آسان کر دیا اسکو ۝ پھر موت دی اسے

فَأَقْبَرَهُ ۝۲۱ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ ۝۲۲ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۝۲۳

اور قبر میں لے گیا اسکو ۝ پھر جب وہ چاہے گا (دوبارہ) زندہ کر دے گا ۝ ہرگز نہیں! ابھی نہیں پورا کیا اس نے اسکو جو حکم دیا اللہ نے اسے ۝

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۝۲۴ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝۲۵ ثُمَّ شَقَقْنَاهُ

پس چاہیے کہ دیکھے انسان اپنے کھانے کی طرف ۝ کہ بلاشبہ ہم نے برسا یا پانی (مینہ) خوب برسانا ۝ پھر پھاڑا ہم نے

الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٣٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٣٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٣٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٣٩﴾

زمین کو اچھی طرح پھاڑنا ○ پس اگایا ہم نے اس میں اناج ○ اور انگور اور بنریاں ○ اور زیتون اور کھجور ○

وَحَدَاقٍ غُلْبًا ﴿٤٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٤١﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٤٢﴾

اور باغات گھنے ○ اور پھل اور خود رو چارہ ○ فائدے کے لیے واسطے تمہارے اور تمہارے چوپایوں (جانوروں) کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾ ”دیکھو یہ نصیحت ہے۔“ یعنی حق بات یہ ہے کہ یہ نصیحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاد دہانی ہے جس سے اس کے بندے نصیحت کو یاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہر وہ چیز بیان کر دی ہے جس کے بندے حاجت مند ہیں اور اس نے گمراہی میں سے رشد و ہدایت کو واضح کر دیا ہے۔ جب رشد و ہدایت واضح ہوگئی ﴿فَمَنْ شَاءَ ذَكَّرْهُ﴾ ”تو جو چاہے اس کو یاد رکھے۔“ یعنی اس پر عمل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ﴾ (الکہف: ۲۹/۱۸) ”اور کہہ دیجیے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اس تذکیر کا محل اس کی عظمت اور اس کی رفعت قدر کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿فِي مَصْحَبٍ مُّكْرَمَةٍ﴾ ”مَرْوَعَةُ مَطَهَّرَةٍ“ قابل ادب و رِقوں میں جو بلند و بالا (اور) پاک ہیں۔“ یعنی قدر و منزلت میں بلند، تمام آفات سے سلامت اور اس بات سے محفوظ کہ شیاطین کے ہاتھ اس تک پہنچ سکیں یا وہ اسے چرائیں، بلکہ یہ ﴿بِأَيِّدِي سَفَرَةٍ﴾ ”لکھنے والے کے ہاتھوں میں ہے۔“ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان سفیر ہیں ﴿كَرَامٍ﴾ یعنی وہ بہت زیادہ خیر و برکت والے ہیں ﴿بَرَدَّةٍ﴾ ان کے دل اور اعمال نیک ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے ہے۔ اس نے بزرگ طاقتور اور نیک فرشتوں کو رسولوں کے پاس بھیجنے کے لیے سفیر بنایا اور شیاطین کو اس پر کوئی اختیار نہیں دیا۔

یہ چیز اس پر ایمان لانے اور اس کو قبول کرنے کی موجب ہے، لیکن اس کے باوجود انسان نے ناشکری ہی کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَقَتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ﴾ ”انسان ہلاک ہو جائے کیسا ناشکرا ہے؟“ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی کیسے ناشکری کی؟ حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس کے ساتھ کتنا شدید عناد رکھا؟ حالانکہ وہ کمزور ترین چیز ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ایک حقیر پانی سے پیدا کیا، پھر اس کی تخلیق کا اندازہ مقرر کیا اور اسے تکسک سے درست کر کے کامل انسان بنایا اور اس کے ظاہری اور باطنی قوی کو مہارت سے بنایا۔

﴿ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرُهُ﴾ یعنی اس کے لیے دینی اور دنیاوی اسباب آسان کر دیے، اس کو سیدھا راستہ دکھایا اور اس کو واضح کر دیا اور امر و نہی کے ذریعے سے اس کو امتحان میں ڈالا ﴿ثُمَّ آمَأْتَهُ فَاَقْبَرَ﴾ ”پھر اس کو موت دی، پھر قبر میں دفن کر دیا۔“ یعنی تدفین کے ذریعے سے اس (کے مردہ جسم) کی تکریم کی، تمام حیوانات کی طرح

اس کے ساتھ سلوک نہیں کیا جن کی لاشیں سطح زمین پر پڑی رہتی ہیں ﴿ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ﴾ پھر اس کی موت کے بعد وہ جب چاہے گا جزا و سزا کے لیے اس کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ پس انسان کی تدبیر کرنے اور ان کے تصرفات میں اللہ تعالیٰ متفرد ہے اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ بایں ہمہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ اس کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ وہ اس فرض ہی کو پورا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کیا ہے بلکہ اس کے برعکس وہ طلب کے تحت ہمیشہ کوتاہی کا مرتکب رہتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے کھانے میں غور و فکر کرے کہ وہ متعدد و مراحل میں سے گزرنے کے بعد کس طرح اس کے پاس پہنچا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کھانے کو اس کے لیے آسان بنایا؟ چنانچہ فرمایا: ﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا﴾ ”پس انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔ بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔“ یعنی ہم نے زمین پر بکثرت بارش برسائی ﴿ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا﴾ پھر نباتات اگانے کے لیے زمین کو پھاڑا۔ ﴿فَأَنْبَتْنَا فِيهَا﴾ اس میں ہم نے مختلف اصناف اگائیں، یعنی انواع و اقسام کے لذیذ کھانے اور مزیدار غذائیں اور ﴿حَبًّا﴾ ”دانے۔“ یہ مختلف قسم کے دانوں کی تمام اصناف کو شامل ہے۔ ﴿وَعِنَبًا وَقَضْبًا﴾ ”اور انگور اور ترکاری“ ﴿وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا﴾ ”اور زیتون اور کھجور۔“ ان مذکورہ چار اجناس کو ان کے فوائد اور منافع کی کثرت کی بنا پر مختص کیا ہے ﴿وَحَدَّاقِينَ غُلَبًا﴾ یعنی باغات جن کے اندر بکثرت گھنے درخت ہیں ﴿وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ الفاکہۃ ان پھلوں کو کہا جاتا ہے جن کو انسان لذت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہے مثلاً: انجیر، انگور، آڑو اور انار وغیرہ۔ ”الآب“ چارا جسے بہائم اور مویشی کھاتے ہیں اس لیے فرمایا: ﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾ ”تمہارے اور تمہارے چوپاؤں کے لیے سامان زندگی ہے۔“ جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر کے تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ جو کوئی ان نعمتوں پر غور کرتا ہے تو یہ غور و فکر اس کے لیے اپنے رب کے شکر اس کی طرف انابت میں جدوجہد کرنے کا اس کی اطاعت کی طرف آنے اور اس کی اخبار کی تصدیق کرنے کا موجب بنتا ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۚ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۚ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۚ

پس جب آہنگی کان بہرے کروینے والی سخت آواز اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے

وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۚ لِكُلِّ أُمْرٍ ۖ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۚ

اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ہر شخص کیلئے ان میں سے اس دن ایک حال ہوگا کہ وہ بے پروا کر دیا اسکو (دوسروں سے)

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۖ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۖ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا

کئی چہرے اس دن چمکنے والے (روشن) ہوں گے ہشاش بشاش اور کئی چہرے اس دن ان پر

غَبْرَةٌ ۚ تَرَهَقَهَا قَتَرَةٌ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۚ

غبار ہوگا ڈھانپتی ہوگی ان کو سیاہی یہی لوگ ہیں کافر فاجر

اس وقت مخلوق دو گروہوں میں منقسم ہو جائے گی: خوش بختوں کا گروہ اور بد بختوں کا گروہ۔ رہے خوش بخت لوگ تو ان کے چہرے اس روز ﴿مُسْفَرَةً﴾ ”روشن ہوں گے۔“ یعنی ان کے چہروں پر مسرت اور تروتازگی نمایاں ہوگی، کیونکہ انھیں اپنی نجات اور نعمتوں سے فیض یاب ہونے کے بارے میں معلوم ہو گیا ہوگا۔ ﴿صَاحِكَةً مُسْتَبْشِرَةً ۝ وَوُجُوہًا﴾ ”وہ چہرے خنداں و شاداں ہوں گے اور کئی چہرے۔“ یعنی بد بختوں کے چہرے ﴿يُؤْمِنُ عَلَيهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا﴾ اس روز غبار آلود ہوں گے اور اسے ڈھانپ رکھا ہوگا ﴿قَتَرَةً﴾ ”سیاہی نے۔“ پس یہ چہرے سیاہ اور نہایت تاریک ہوں گے اور ہر بھلائی سے مایوس ہوں گے اور انھیں اپنی بد بختی اور ہلاکت کا علم ہو گیا ہوگا ﴿أُولَٰئِكَ﴾ جن کا یہ وصف ہے، یہی وہ لوگ ہیں ﴿هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی، اس کی آیتوں کو جھٹلایا اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت کے طلب گار ہیں، وہ بڑا ہی فیاض اور نہایت کرم والا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

تفسير سورة التكاوير

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۲۹ اَلَا بُرْهَانًا
رُكُوعًا ۱

مِنْ مَكَّةَ (٤٠)

اس کے نام سے اشروع ہو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَإِذَا

جب سورج لپٹ دیا جائیگا ○ اور جب تارے جھڑ جائیں گے ○ اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں گے ○ اور جب

الْعِشَارُ عُظِلَتْ ۖ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۖ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۖ وَإِذَا

دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی ○ اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے ○ اور جب سمندر بھر کائے جائیں گے ○ اور جب

النَّفُوسُ زُوِّجَتْ ۞ وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سِيلَتْ ۞ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۞

روحمیں (جسموں سے) ملا دی جائیگی ○ اور جب زندہ درگور کی ہوگی (پچی) سوال کی جائیگی ○ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی تھی ○

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۖ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۖ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۖ

اور جب اعمال نامے پھیلا دیئے جائیں گے ○ اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائیگی ○ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی ○

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُرْفِلَتْ ﴿١٦﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴿١٧﴾

اور جب جنت قریب کر دی جائے گی ○ تو جان لے گا ہر نفس جو کچھ اس نے حاضر کیا ○

یعنی جب یہ ہولناک امور ظاہر ہوں گے تو مخلوق جدا جدا ہو جائے گی۔ ہر ایک کو علم ہو جائے گا کہ اس نے اپنی آخرت کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور آخرت میں اس نے کیا بھلائی اور برائی پیش کی ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب قیامت کے روز سورج بے نور ہو جائے گا اس کو اکٹھا کر کے لپیٹ دیا جائے گا اور چاند کو گرہن لگ جائے گا اور دونوں کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ ”اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔“ یعنی متغیر ہو جائیں گے اور اپنے افلاک سے ٹوٹ کر نکھر جائیں گے۔ ﴿وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾ ”اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔“ یعنی ریت کے بھر بھرے ٹیلے بن جائیں گے پھر دھنکی ہوئی رنگ دار اون کے مانند بن جائیں گے پھر بدل کر اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور ان کو اپنی جگہوں سے ہٹا دیا جائے گا۔

﴿وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ ”اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔“ یعنی جب لوگ اپنے بہترین اموال کو بے کار چھوڑ دیں گے جن کا وہ ہر وقت بہت اہتمام اور دھیان رکھا کرتے تھے۔ پس ان پر ایسا وقت آئے گا جو ان اموال سے غافل کر دے گا۔ عِشَارُ ایسی اونٹنیوں کو کہا جاتا ہے جن کے پیچھے ان کے بچے ہوتے ہیں یہ عربوں کا بہترین مال تصور کیا جاتا ہے جو اس وقت ان کے پاس ہوتا تھا اس معنی کے مطابق ہر نفس مال ﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ ”اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔“ یعنی قیامت کے روز جمع کیے جائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک کو دوسرے سے قصاص لے کر دے اور بندے اس کے کمال عدل کا مشاہدہ کریں حتیٰ کہ وہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلائے گا پھر اس سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جا۔ ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ”اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔“ یعنی ان کو گرم کیا جائے گا اور اتنے بڑے ہونے کے باوجود وہ آگ بن کر بھڑک اٹھیں گے۔

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ ”اور جب روحیں ملا دی جائیں گی۔“ یعنی ہر صاحب عمل کو اسی جیسے صاحب عمل کا ساتھی بنا دیا جائے گا۔ پس ابرار کو ابرار کے ساتھ، فجار کو فجار کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا اہل ایمان کو حوروں کے ساتھ جوڑے جوڑے بنا دیا جائے گا اور کفار کو شیاطین کے ساتھ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ (الزمر: ۷۱/۳۹) ”اور کفار کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔“ ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَىٰ الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾ (الزمر: ۷۳/۳۹) ”اور ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈرتے رہے گروہ گروہ بنا کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔“ ﴿أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ (الصّٰفّٰت: ۲۲/۳۷) ”ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا اور ان کے ہم جنسوں کو اکٹھا کرو۔“

﴿وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سُئِلَتْ﴾ زمانہ جاہلیت کے جہلاء بیٹیوں کو فقیری کے ڈر سے کسی سبب کے بغیر زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ پس اس زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا: ﴿بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ ”کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی؟“ اور یہ بات معلوم ہے کہ ان بیٹیوں کا کوئی گناہ نہیں تھا مگر اس (کے ذکر) میں بیٹیوں کے قاتلین کے لیے زجر و توبیخ اور جہنم کی ہے۔ ﴿وَإِذَا الضُّحَى﴾ اور جب وہ اعمال نامے جو عمل کرنے والوں کے اچھے برے اعمال پر مشتمل ہوں گے ﴿نُشِرتْ﴾ ان کو الگ الگ کر کے عمل کرنے والوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ پس کسی نے اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں لے رکھا ہوگا اور کسی نے بائیں ہاتھ میں لے رکھا ہوگا یا اپنی پیٹھ پیچھے چھپا رکھا ہوگا۔

﴿وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ﴾ ”اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی۔“ یعنی آسمان کو زائل کر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَشَقُّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ﴾ (الفرقان: ۲۵/۲۵) ”جس روز آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا۔“ نیز فرمایا: ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ﴾ (الانبیاء: ۱۰۴/۲۱) ”جس روز ہم آسمانوں کو یوں لپیٹ دیں گے جس طرح اوراق کا دفتر لپیٹ دیتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَالْأَرْضُ جَنِينًا قَبُضَتْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمُوتُ مَطْوِيَّاتٌ بَيْنَيْنَهُ﴾ (الزمر: ۶۷/۳۹) ”قیامت کے روز تمام زمین اس کی منٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔“

﴿وَإِذَا الْجَحِيمُ سُقِرَتْ﴾ جب جہنم میں آگ جلائی جائے گی اور جہنم بھڑک کر اتنا شعلہ زن ہو جائے گا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا نہ تھا۔ ﴿وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ﴾ یعنی جنت اہل تقویٰ کے قریب کر دی جائے گی۔ ﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ﴾ ”تو ہر نفس جان لے گا“ نَفْسٌ کا لفظ عام ہے، کیونکہ اسے شرط کے سیاق میں (نکرہ) لایا گیا ہے ﴿مَا أَحْضَرَتْ﴾ یعنی وہ اعمال جو اس کے پاس موجود ہوں گے اور جو اس نے آگے بھیجے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾ (الکہف: ۴۹/۱۸) ”اور انھوں نے جو عمل کیے ان کو وہ موجود پائیں گے۔“

یہ اوصاف جن سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کو موصوف کیا ہے ایسے اوصاف ہیں جن سے دل دہل جاتے ہیں، کرب میں شدت آ جاتی ہے، جسم کا ہنپنے لگتا ہے، خوف چھا جاتا ہے، یہ اوصاف خردمند لوگوں کو اس دن کے لیے تیاری کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور ہر اس کام سے روکتے ہیں جو ملامت کا موجب ہے۔ اسی لیے سلف میں سے کسی کا قول ہے: جو کوئی قیامت کے دن کو اسی طرح دیکھنا چاہے، گویا وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ سورہ تکویر میں تدبیر کرے۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا

پس قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹنے والے ۝ چلنے والے ۝ چھپ جانے والے تاروں کی ۝ اور رات کی جب وہ چلی جاتی ہے ۝ اور صبح کی جب

تَنْفَسَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝

وہ روشن ہوتی ہے ۝ بلاشبہ یہ (قرآن) البتہ قول ہے رسولِ کریم (جبریل) کا ۝ جو قوت والا ہے نزدیک عرش والے کے بلند مرتبہ ہے ۝

مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ الْبُعِينِ ۝

اطاعت کیا جاتا ہے وہاں (آسمانوں میں) امین ہے ۝ اور تم کو اس کا تمہارا دوا دہانہ ۝ اور البتہ حقین اس (نبی) نے دیکھا ہے اس (جبریل) کو کھلے کنارے میں ۝

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ فَإِنَّ

اور نہیں ہے وہ غیب (کی باتوں) پر بخیل ۝ اور نہیں ہے یہ (قرآن) قول کسی شیطانِ مردود کا ۝ پس کہاں

تَذْهَبُونَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝

جاتے ہو تم؟ ۝ نہیں ہے یہ (قرآن) کچھ اور (مگر فصاحت جہانوں کیلئے) واسطے اس شخص کے جو چاہے تم میں سے یہ کہ وہ سیدھا چلے ۝

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ رب العالمین ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی قسم کھائی ہے ﴿بِالْخُسْفِ﴾ اس سے مراد وہ ستارے ہیں

جو مشرق کی جہت میں کواکب کی عادی رفتار سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور ہفت سیارگان یہ ہیں: سورج، چاند، زہرہ، مشتری، مریخ، زحل اور عطارد۔ ان ساتوں سیاروں کا چلنا دو جہتوں میں ہے۔ ایک چلنا مغرب کی جہت میں تمام کواکب اور فلک کے ساتھ اور ایک چلنا اس جہت کے برعکس، مشرق کی جہت میں یہ چلنا صرف انھی سات سیاروں کے ساتھ مختص ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کے پیچھے ہٹنے کے حال میں ان کے چلنے اور ان کے چھپ جانے، یعنی دن کے

وقت مستور ہونے کے حال کی قسم کھائی ہے اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد تمام کواکب اور سیارے وغیرہ ہوں۔

﴿وَالْكَوْثُ إِذَا عَسَسَ﴾ یعنی رات کی قسم جب وہ جانے لگے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ

جب رات آنے لگے۔ ﴿وَالصُّبْحُ إِذَا تَنَفَّسَ﴾ یعنی صبح جب اس کی علامات ظاہر ہونے لگیں اور روشنی تھوڑی تھوڑی پھوٹنے لگے یہاں تک کہ منہل ہو جائے اور سورج نکل آئے۔ یہ بڑی بڑی نشانیاں جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے قرآن کی سند کی قوت اس کی جلالت اور ہر شیطانِ مردود سے اس کی حفاظت کی بنا پر ہے۔

اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ ”بے شک یہ معزز فرشتے کا قول ہے۔“ اور وہ ہیں جبریل علیہ السلام جو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے لے کر نازل ہوئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَنَّهُ لَتَنْزِيلٌ مِّنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ﴾ (الشعراء: ۱۹۲/۲۶-۱۹۴) ”اور یہ قرآن

رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے آپ کے قلب پر تاکہ آپ تنبیہ

کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔“ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے اچھے اخلاق اور قابل تعریف خصائل کی وجہ سے ﴿كَرِيمٌ﴾ کی صفت سے موصوف کیا ہے، کیونکہ یہ فرشتوں میں سب سے افضل اور اپنے رب کے ہاں سب سے بڑے رتبے کا حامل ہے ﴿ذِي قُوَّةٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے اسے جو حکم دیا، اس کی تعمیل کی قوت اور طاقت رکھنے والا ہے۔ یہ جبریل علیہ السلام کی قوت تھی کہ انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو ان پر الٹ کر ان کو ہلاک کر دیا۔ ﴿عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ﴾ ”عرش والے کے پاس۔“ یعنی جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی خاص اور بلند قدر و منزلت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مختص کیا ہے ﴿مَكِينٌ﴾ یعنی تمام ملائکہ سے بڑھ کر ان کی قدر و منزلت ہے۔ ﴿مُطَاعٌ لِّمَلَأَ اَعْلٰی﴾ یعنی ملا اعلیٰ میں جبریل علیہ السلام کی اطاعت کی جاتی ہے ان کے پاس مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن پر ان کا حکم نافذ ہوتا ہے اور ان کی رائے کی اطاعت کی جاتی ہے۔ ﴿اٰمِنٌ﴾ یعنی امانت دار ہیں ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں اس میں کمی بیشی نہیں کرتے اور جو حدود ان کے لیے مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہیں کرتے۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرآن کریم کے شرف پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس کے ساتھ ایک عالی مرتبہ فرشتے کو بھیجا جو ان صفات کاملہ سے موصوف ہے۔ عام عادت یہ ہے کہ بادشاہ کسی عالی مرتبہ ہستی کو اہم ترین مہم اور بلند مرتبہ پیغام ہی کے لیے بھیجا کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول مملکی کی، جو قرآن لے کر آیا، فضیلت بیان کرنے کے بعد رسول بشری کی فضیلت کا ذکر کیا، جس پر قرآن نازل ہوا اور جس کی طرف اس نے لوگوں کو دعوت دی، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَا صَاحِبُكُمْ﴾ ”اور تمھارے ساتھی نہیں ہیں۔“ اور وہ ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ ﴿بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ”جیسا کہ آپ کی رسالت کو جھٹلانے والے آپ کے دشمن کہتے ہیں“ آپ کے بارے میں طرح طرح کے جھوٹ گھڑتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ اس نور کو بجھا دینا چاہتے ہیں جسے لے کر آپ آئے ہیں، بلکہ آپ تو عقل میں سب سے زیادہ کامل رائے میں سب سے زیادہ صائب اور قول میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔ ﴿وَلَقَدْ رَاَهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ﴾ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا جب کہ وہ آسمان کے کھلے افق پر تھے، جو اتنا بلند ہوتا ہے کہ آنکھ کو واضح نظر آتا ہے۔ ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِحَنِينٍ﴾ ”اور وہ پوشیدہ باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی طرف وحی کی ہے آپ اس کے بارے میں بخیل نہیں ہیں کہ اس میں سے کچھ چھپا لیں، بلکہ آپ (ﷺ) تو آسمان والوں اور زمین والوں کے امین ہیں، جس نے اپنے رب کی رسالت کو کھلے طور پر پہنچا دیا بلکہ آپ نے رسالت میں سے کسی چیز کو پہنچانے میں کسی مال دار کسی محتاج، کسی رئیس، کسی رعیت، کسی مرد، کسی عورت، کسی شہری اور کسی دیہاتی سے کبھی بخل سے کام نہیں لیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ان پڑھ اور جاہل امت میں مبعوث کیا۔

جب آپ نے وفات پائی تو یہ لوگ علمائے ربانی اور دانش مندان ذی فراست بن چکے تھے۔ تمام علوم کی غایت و انتہا یہی لوگ تھے اور دقائق و مفہیم کے استخراج میں یہی متمہلی تھے یہ لوگ اساتذہ تھے اور دیگر لوگوں کی انتہا یہ ہے کہ وہ ان کے تلامذہ تھے۔

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ﴾ ”اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔“ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان دو مکرم رسولوں کا ذکر کر کے اپنی کتاب کی جلالت اور فضیلت کا ذکر کیا اور ان کی مدح و ثنا کی جن کے ذریعے سے یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچی اس لیے اس نے اس کتاب سے ہر آفت اور ہر نقص کو دور ہٹا دیا جو اس کی صداقت میں قاذح ہو سکتا ہے بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ﴾ ”اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔“ یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے قرب سے بہت دور ہے۔

﴿فَالْيَن تَذْهَبُونَ﴾ ”پھر تم کدھر جا رہے ہو؟“ یعنی تمہارے دل میں یہ بات کیسے آئی اور تمہاری عقل کہاں چلی گئی کہ تم نے حق کو جو صداقت کے بلند ترین درجے پر ہے بمنزلہ جھوٹ قرار دے دیا جو سب سے گھٹیا سب سے رذیل اور سب سے اسفل باطل ہے کیا یہ حقائق کو بدلنے کے سوا کچھ اور ہے؟

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ﴾ ”یہ تو جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔“ یعنی جس کے ذریعے سے وہ اپنے رب اس کی صفات کمال اور ان صفات کو یاد رکھتے ہیں جن کے ذریعے سے تمام نقائص رذائل اور امثال سے اس کی تزیہہ ثابت ہوتی ہے اس کے ذریعے سے وہ اوامر و نواہی اور ان کے حکم کو یاد رکھتے ہیں اور اس کے ذریعے سے احکام قدریہ احکام شرعیہ اور احکام جزائیہ کو یاد رکھتے ہیں۔ وہ بالجملة دنیا و آخرت کے مصالح کو یاد رکھتے ہیں اور عمل کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی سعادت کو پالیتے ہیں۔ ﴿لَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ﴾ ”اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی چال چلنا چاہے۔“ گمراہی میں سے رشد اور ضلالت میں سے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ”اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔“ پس اس کی مشیت نافذ ہے ممکن نہیں کہ اس کی مشیت کی مخالفت کی جاسکے یا اس کو روکا جاسکے۔ اس آیت کریمہ اور اس جیسی دیگر آیات میں دو فرقوں یعنی قدریہ اور جبریہ جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کا انکار کرتے ہیں کا رد ہے۔ جیسا کہ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ واللہ اعلم۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْإِنْشَادِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

آیت ۱۹
ذکر ۱

سُورَةُ الْإِنْشَادِ
(۸۷) مَرَكِبَةً (۸۷)

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝

جب آسمان پھٹ جائے گا ۝ اور جب تارے بکھر جائیں گے ۝ اور جب سمندر بہہ نکلیں گے ۝

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝

اور جب قبریں اکھڑ دی جائیں گی ○ تو جان لے گا ہر نفس جو آگے بھیجا اس نے اور (جو) پیچھے چھوڑا ○

یعنی جب آسمان پھٹ کر پراگندہ ہو جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے اور ان کا حسن و جمال زائل ہو جائے گا، جب سمندر بہ کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ایک ہی سمندر بن جائیں گے، قبریں شق کر کے اکھاڑ دی جائیں گی اور ان میں سے مردے باہر نکال لیے جائیں گے اور ان کو اعمال کی جزا و سزا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا کرنے کے لیے جمع کیا جائے گا۔ پس اس وقت پردہ ہٹ جائے گا اور وہ سب کچھ زائل ہو جائے گا جو چھپا ہوا تھا اور ہر نفس جان لے گا کہ اس کے پاس کیا نفع اور خسران ہے۔ اس وقت جب ظالم دیکھے گا کہ اس کے ہاتھوں نے کیا کمائی آگے بھیجی ہے اور شقاوت ابدی اور عذاب سرمدی کا یقین ہو جائے گا تو وہ (حسرت اور پشیمانی سے) اپنے ہاتھوں پر کالے گا۔ اس وقت متقین جنہوں نے صالح اعمال آگے بھیجے ہوں گے عظیم کامیابی، دائمی نعمتوں اور جہنم کے عذاب سے سلامتی سے بہرہ مند ہوں گے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝

اے انسان! کس چیز نے دھوکے میں ڈالا تجھے اپنے رب کریم کی بات ○؟ وہ جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے ٹھیک ٹھاک کیا پھر تجھے معتدل بنایا ○

فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝

جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا ○ ہرگز نہیں! بلکہ تم جھٹلاتے ہو جزا کو ○ جب کہ بلاشبہ تم پر

لَحْفَظَتَيْنِ ۝ كَرَامًا كَاتِبَتَيْنِ ۝ يَكْتُوْنَ مَا تَفْعَلُونَ ۝

نگران ہیں ○ معزز لکھنے والے ○ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حق میں تقصیر اور اپنی نافرمانیوں کی جسارت کا ارتکاب کرنے والے انسان پر عتاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ ”اے انسان! تجھے اپنے رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟“ کیا تمھاری طرف سے اس کے حقوق سے استہزاء کے طور پر یا اس کے عذاب کی تحقیر کے طور پر یا اس کی جزا و سزا پر تمھارے عدم ایمان کی بنا پر؟ کیا وہ ہستی ﴿الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ﴾ جس نے تجھے بہترین صورت میں پیدا کیا ﴿فَعَدَّلَكَ﴾ اور اس نے تجھے درست اور معتدل ترکیب پر حسین ترین شکل اور جمیل ترین بیعت میں پیدا کیا۔ تب کیا تمھارے لیے یہ مناسب ہے کہ تم منعم کی نعمت کی ناشکری اور محسن کے احسان کا انکار کرو؟ بلاشبہ یہ محض تمھاری جہالت، تمھارے ظلم، تمھارے عناد اور تمھاری طرف سے حق کو غصب کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے کئے، گدھے یا کسی اور حیوان کی شکل و صورت عطا نہیں کی۔

اس لیے فرمایا: ﴿فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾ ”جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔“ فرمایا:

﴿كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالذِّينِ﴾ یعنی اس وعظ و تذکیر کے باوجود تم جزا و سزا کی تکذیب پر جمے ہوئے ہو حالانکہ تم نے جو اعمال کیے ہیں ان پر ضرورتاً محاسبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر مکرم فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو تمہارے اقوال اور افعال کو لکھتے رہتے ہیں، انھیں ان اقوال و افعال کا علم ہے۔ اس میں افعال قلوب، افعال جوارح سب داخل ہیں۔ پس تمہارے لیے مناسب ہے کہ تم ان کا اکرام و اجلال اور احترام کرو۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾
 بلاشبہ نیک لوگ البتہ نعمت (جنت) میں ہونگے ○ اور بلاشبہ بدکار لوگ البتہ جہنم میں ہونگے ○ وہ داخل ہونگے اس میں یوم جزا کو ○
 وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٨﴾ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْعًا ﴿١٩﴾ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ﴿٢٠﴾
 اور نہ وہ اس سے غائب ہوں گے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے یوم جزا؟ ○ پھر کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے یوم الدین؟ ○ اس دن نہیں اختیار رکھے گا کوئی نفس کسی نفس کے لیے کچھ بھی اور حکم اس دن صرف اللہ ہی کا ہوگا ○

﴿الْأَبْرَارَ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کو قائم کرتے ہیں، اعمال قلوب اور اعمال جوارح میں نیکی کا التزام کرتے ہیں۔ پس ان لوگوں کی جزا یہ ہے کہ ان کو اس دنیا میں برزخ میں اور آخرت میں قلب و روح اور بدن کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔

﴿وَالْفُجَّارَ﴾ ”اور بے شک فاجر لوگ۔“ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق میں کوتاہی کی، جن کے دل بگڑ گئے، تب ان کے اعمال بھی بگڑ گئے ﴿لَفِي جَحِيمٍ﴾ وہ اس دنیا میں برزخ میں اور آخرت میں دردناک عذاب میں رہیں گے۔ ﴿يَصْلَوْنَهَا﴾ ”وہ اس میں داخل ہوں گے۔“ اور اس کے ذریعے سے انہیں شدید ترین عذاب دیا جائے گا ﴿يَوْمَ الدِّينِ﴾ اعمال کی جزا و سزا کے دن۔ ﴿وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ﴾ اور وہ اس سے چھپ نہیں سکیں گے بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی نہیں نکلیں گے۔

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ ○ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿﴾ ”اور تجھے کس چیز نے خبر دی کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ پھر (میں کہتا ہوں کہ) تجھے کس چیز نے خبر دی کہ بدلے کا دن کیا ہے؟“ ان آیات کریمہ میں اس سخت دن کا ہول دلایا گیا ہے جو ذہنوں کو حیرت زدہ کر دے گا۔ ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْعًا﴾ اس روز کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، خواہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار یا مخلص دوست ہی کیوں نہ ہو۔ ہر ایک کو خود اپنی پڑی ہوگی، وہ کسی اور کی نجات کا طلب گار نہ ہوگا۔ ﴿وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ﴾ اس روز تمام تر حکم اللہ ہی کا ہوگا۔ وہی بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور مظلوم کا حق ظالموں سے لے کر دے گا۔ واللہ اعلم

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَطْفِفِينَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

آیت ۳۶
رُفُوعاً ۱سُورَةُ الْمَطْفِفِينَ
(۳۶ مَکَّةٌ ۱۸۶)

وَيْلٌ لِّلْمَطْفِفِينَ ۝۱ الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝۲ وَإِذَا كَالُوهُمْ

ہلاکت ہے (ناپ تول میں) کی کرنیوالوں کیلئے ۝ وہ لوگ کہ جب وہ ناپ کر لیتے ہیں لوگوں سے تو پورا لیتے ہیں ۝ اور جب وہ ناپ کر دیتے ہیں انہیں

أَوْ زَنَوْهُمْ يُخْسِرُونَ ۝۳ إِلَّا يَبْظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝۴ لِّيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۵

یا تول کر دیتے ہیں ان کو تو کم دیتے ہیں ۝ کیا نہیں یقین رکھتے یہ لوگ کہ بلاشبہ وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے ۝ اس یوم عظیم کے لیے ۝

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۶

جس دن کھڑے ہوں گے لوگ سامنے رب العالمین کے ۝

﴿وَيْلٌ﴾ ”ہلاکت ہے۔“ یہ عذاب اور عقاب کا کلمہ ہے ﴿لِّلْمَطْفِفِينَ﴾ ”ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے“ اور اللہ تعالیٰ نے المطففین کی تفسیر بیان فرمائی کہ ﴿الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جب لوگوں سے لیتے ہیں تو ان سے کسی کمی کے بغیر پورا لیتے ہیں ﴿وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ زَنَوْهُمْ﴾ اور جب لوگوں کو ان کا حق عطا کرتے ہیں جو کسی ناپ تول کی صورت میں ان کے ذمے ہوتا ہے ﴿يُخْسِرُونَ﴾ تو اس میں کمی کرتے ہیں یا تو ناپ کے ناقص پیمانے اور تولنے کی ناقص ترازو کے ذریعے سے یا ناپ تول کے پیمانے کو پوری طرح نہ بھرتے ہوئے کمی کرتے ہیں یا اس کے علاوہ دیگر طریقوں سے کمی کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کے اموال کی چوری اور ان کے ساتھ بے انصافی ہے۔ جب ان لوگوں کے لیے یہ وعید ہے جو ناپ تول کے ذریعے سے لوگوں کے اموال میں کمی کرتے ہیں تو وہ لوگ اس وعید کے ناپ تول میں کمی کرنے والوں سے زیادہ مستحق ہیں جو جہز الوگوں سے مال چھینتے ہیں یا چوری کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انسان جس طرح لوگوں سے اپنا حق وصول کرتا ہے اسی طرح اس پر فرض ہے کہ وہ اموال و معاملات میں لوگوں کے حقوق ادا کرے، بلکہ اس کے عموم میں دلائل و مقالات بھی شامل ہیں، کیونکہ جیسے آپس میں مناظرہ کرنے والوں کی عادت ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی دلیل بیان کرنے کا حریص ہوتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس دلیل کو بھی بیان کرے جو اس کے مخالف کے علم میں نہیں ہوتی، نیز وہ اپنے مخالف کے دلائل پر بھی اسی طرح غور کرے جس طرح وہ اپنے دلائل پر غور کرتا ہے۔ اس مقام پر انسان کے انصاف اور اس کے تعصب و ظلم اس کی تواضع اور تکبر اس کی عقل اور سفاہت کی معرفت حاصل ہوتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی بھلائی کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو وعید سنائی اور ان کے حال اور ان کے اپنے اس طرز عمل پر

تائم رہنے پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ ”کیا انھیں اپنے مرنے کے بعد عظیم دن کے لیے جی اٹھنے کا خیال نہیں؟ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔“ پس جس چیز نے ان کے اندر کم ناپنے تو لے کی جرأت پیدا کی ہے وہ ہے آخرت پر ان کا عدم ایمان ورنہ اگر وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہوتے اور انھیں اس حقیقت کی معرفت حاصل ہوتی کہ وہ عنقریب اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں گے اور وہ ان کے اعمال پر کم ہوں یا زیادہ ان کا محاسبہ کرے گا تو وہ اس کام سے رک جاتے اور اس سے توبہ کر لیتے۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۚ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۙ وَيْلٌ

یقیناً بلاشبہ نامہ اعمال فاجروں کا سچین میں ہے ۝ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے سچین؟ ۝ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی ۝ ہلاکت ہے

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۚ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۚ وَمَا يُكْذِبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ

اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ۝ وہ جو جھٹلاتے ہیں یوم جزا کو ۝ اور نہیں جھٹلاتا اسے مگر ہر وہ شخص کہ

مُعْتَدٍ اِثْمٍ ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۚ كَلَّا بَلْ سَكَنَ رَانَ

وہ حد سے گزرنے والا گنہگار ۝ جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں تو وہ کہتا ہے، (یہ) کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی ۝ ہرگز نہیں! بلکہ رنگ لگا دیا ہے

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۚ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمْ حَاجُّوْنَ ۚ

ان کے دلوں پر اس نے جو تھے وہ کما تے ۝ یقیناً! بلاشبہ وہ (کافر) اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن اوٹ میں رکھے جائیں گے ۝

ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ۚ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۚ

پھر بلاشبہ وہ داخل ہوں گے جہنم میں ۝ پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جو تھے تم اس کو جھٹلاتے ۝

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ﴾ ”ہرگز نہیں! بدکاروں کے اعمال۔“ یہ آیت کریمہ کفار منافقین

اور فاسقین کے مختلف انواع کے تمام فاجروں کو شامل ہے ﴿لَفِي سِجِّينٍ﴾ ”سجین میں ہیں۔“ پھر اپنے اس

ارشاد کے ذریعے سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۚ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ﴾ ”تجھے کس چیز نے بتایا کہ سچین

کیا ہے۔ لکھی ہوئی کتاب ہے“ یعنی وہ کتاب جس میں ان کے اعمال خبیثہ مذکور ہیں۔ السجین سے مراد تنگ جگہ ہے

اور سجین، علیین کی ضد ہے جو کہ ابراہیم کی کتاب کا محل و مقام ہے، جیسا کہ اس کا بیان آئندہ صفحات میں آئے گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سجین ساتویں زمین کا سب سے نچلا حصہ ہے جو کہ معاد میں فجار کا مستقر اور ٹھکانا ہے۔

﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾ ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے۔“ پھر مکذبین کو اس طرح واضح

فرمایا: ﴿الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ﴾ جو یوم جزا کو جھٹلاتے ہیں جس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ

دے گا۔ ﴿وَمَا يُكْذِبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ﴾ ”اے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے نکل جاتا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ

کے محارم میں تجاوز کرنے والا حلال کی حدود کو پھلانگ کر حرام میں داخل ہونے والا۔ ﴿اَنْفِمْ﴾ یعنی بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا۔ اس کا ظلم اور سرکشی اسے تکذیب پر آمادہ کرتی ہے اور اس کے لیے تکبر اور حق کو رد کرنے کا موجب بنتی ہے اس لیے فرمایا: ﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰیٰتُنَا﴾ ”جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں۔“ جو حق پر اور اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں جس کو رسول لے کر آئے ہیں تو گناہوں کا ارتکاب کرنے والے نے ان آیات کو جھٹلایا اور ان سے عناد رکھا اور ﴿قَالَ﴾ کہنے لگا یہ تو ﴿اَسَاطِرُ الْاَوَّلٰیْنَ﴾ ”پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔“ یعنی وہ تکبر اور عناد کی بنا پر کہتا ہے کہ یہ تو متقدمین کے جھوٹے قصے اور گزری ہوئی قوموں کی خبریں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔

رہا وہ شخص جو انصاف پسند ہے اور اس کا مقصود بھی واضح حق ہے تو وہ قیامت کے دن کو نہیں جھٹلا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر قطعی دلائل اور براہین قائم کیے ہیں جنہوں نے اسے حق یقین بنا دیا ہے ان کے دلوں کی بصیرت کے لیے یہ وہی حیثیت اختیار کر گیا ہے جو ان کی آنکھوں کے لیے سورج کی ہے۔ اس کے برعکس جس کے دل کو اس کے کسب نے زنگ آلود کر دیا اور اس کے گناہوں نے اس کو ڈھانپ لیا وہ حق سے محجوب ہے۔ بنا بریں اس کو یہ جزا دی گئی کہ جس طرح اس کا دل آیات الہی سے محجوب ہے اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ سے محجوب رہے گا۔

﴿ثُمَّ اَنَّهُمْ﴾ پھر اس انتہائی عقوبت کے بعد وہ لوگ یقیناً ﴿لَصَالُوْا الْجَحِیْمِ﴾ جہنم میں جھونکے جائیں گے پھر زجر و توبیخ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِہٖ تَكْذِبُوْنَ﴾ ”یہی ہے وہ چیز جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب کی تین انواع کا ذکر کیا ہے: (۱) جہنم کا عذاب (۲) زجر و توبیخ اور ملامت کا عذاب (۳) اور رب کائنات سے محجوب ہونے کا عذاب جو ان پر اس کی ناراضی اور غضب کو متضمن ہے اور یہ ان کے لیے جہنم کے عذاب سے بڑھ کر ہوگا۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف دلالت کرتا ہے کہ اہل ایمان قیامت کے روز جنت میں اپنے رب کا دیدار کریں گے وہ تمام لذات سے بڑھ کر اس دیدار سے لذت حاصل کریں گے۔ اس کے ساتھ ہم کلامی سے خوش ہوں گے اور اس کے قرب سے فرحت حاصل کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی متعدد آیات میں اس کا ذکر کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی نہایت قوت اثر کے ساتھ منقول ہے۔

ان آیات میں گناہوں سے تحذیر ہے، کیونکہ ان کا اثر دل پر ہوتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ اسے ڈھانپ لیتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس کے نور کو ختم کر دیتے ہیں اس کی بصیرت ختم کر دیتے ہیں پھر انسان پر حقائق پلٹ جاتے ہیں۔ وہ باطل کو حق اور حق کو باطل سمجھنے لگتا ہے اور یہ گناہوں کی سب سے بڑی سزا ہے۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۝

یقیناً! بلاشبہ نامہ اعمال نیک لوگوں کا عِلِّيِّین میں ہے ۝ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے عِلِّيُّونَ ۝؟ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی ۝
يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرْيَافِ يَنْظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ

حاضر ہوتے ہیں اس پر مقرب (فرشتے) ۝ بلاشبہ نیک لوگ البتہ نعمت (جنت) میں ہونگے ۝ مسرہوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہونگے ۝ آپ پہچانیں گے

فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْمُومٍ ۝ خِتْمُهُ مِسْكَ ۝

انکے چہروں میں تازگی نعمت کی ۝ وہ پلائے جائینگے خالص شراب مہر لگی ہوئی میں سے ۝ اس کی مہر کستوری کی ہوگی

وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ۝

اور اس میں پس چاہیے رغبت کریں رغبت کرنے والے ۝ اور اس کی ملاوت تسنیم سے ہوگی ۝

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝

یعنی ایک چشمہ ہے جس میں سے مقرب بندے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فجار کے اعمال نامے کا ذکر کرنے کے بعد کہ وہ سب سے نچلے اور سب سے تنگ مقام پر ہوگا، ابرار کے اعمال نامے کا ذکر کیا کہ ان کا اعمال نامہ سب سے بلند، نہایت وسیع اور سب سے کھلے مقام پر ہو گا۔ اور ان کی لکھی ہوئی کتاب ﴿يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ﴾ کا مشاہدہ مکرم فرشتے، انبیاء، صدیقین اور شہداء کی ارواح کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ملا اعلیٰ میں بلند آواز سے ان کا تذکرہ کرتا ہے۔ ﴿عِلِّيُّونَ﴾ جنت کے بلند ترین حصے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتاب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ نعمتوں میں ہوں گے اور یہ قلب کی، روح کی، اور بدن کی نعمت کے لیے جامع نام ہے۔

﴿عَلَى الْأَرْيَافِ﴾ یعنی نہایت خوبصورت بچھونوں سے آراستہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ﴿يَنْظُرُونَ﴾ ان نعمتوں

کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں اور اپنے رب کریم کا دیدار کر رہے ہوں گے۔

﴿تَعْرِفُ﴾ اے دیکھنے والے تو پہچان لے گا ﴿فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ﴾ ”ان کے چہروں پر نعمت کی

خوبصورتی“ اس کی تروتازگی اور اس کی رونق، کیونکہ لذتوں، مسرتوں اور فرحتوں کا پے در پے حاصل ہونا، چہرے کو

نور، خوبصورتی اور خوشی عطا کرتا ہے۔ ﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ﴾ یہ ریحق تمام شرابوں میں سب سے عمدہ اور سب

سے لذیذ شراب ہے جو انھیں پلائی جائے گی ﴿مَخْمُومٍ﴾ یہ خالص شراب سر بہر ہوگی ﴿خِتْمُهُ مِسْكَ﴾ ”جس

پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔“ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اس پر مہر لگی ہوگی، یعنی کوئی چیز اس میں داخل

ہو کر اس کی لذت کو کم اور اس کے ذائقے کو خراب نہیں کرے گی یہ مہر جو اس پر لگی ہوئی ہوگی مشک کی مہر ہوگی۔ اس

میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ مشروب ہے جو آخر میں تلچھٹ کے طور پر اس برتن میں رہ جائے گا جس

میں وہ خالص شراب پیئیں گے اور یہ تلچھٹ مشک اذفر ہوگا یہ تلچھٹ جس کے بارے میں دنیا میں عادت یہ ہے کہ

اسے گرا دیا جاتا ہے جنت میں اس کی یہ منزلت ہوگی۔

﴿وَفِي ذَلِكَ﴾ یعنی ہمیشہ رہنے والی نعمت میں جس کے حسن اور مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ﴿فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ پس مسابقت کرنے والوں کو اس نعمت تک پہنچانے والے عمل کے ذریعے سے اس کی طرف آگے بڑھنے میں مسابقت کرنی چاہیے۔ یہ اس چیز کی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس میں نفیس سے نفیس مال خرچ کیا جائے اور یہ اس چیز کی بھی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس تک پہنچنے کے لیے بڑے بڑے لوگ باہم مزاحم ہوں۔

اور اس شراب میں تنسیم کی آمیزش ہوگی اور یہ ایک چشمہ ہے۔ ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ﴾ ”جہاں سے صرف اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہی پیئیں گے۔“ اور یہ علی الاطلاق جنت کی اعلیٰ ترین شراب ہے بنا بریں یہ خالص صورت میں صرف مقربین کے لیے ہوگی جو مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ لوگ ہیں اصحاب الیمین کے لیے آمیزش کے ساتھ ہوگی، یعنی خالص شراب وغیرہ دیگر لذیذ مشروبات کے ساتھ اس کی آمیزش ہوگی۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ

بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے تھے وہ ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہنستے تھے اور جب وہ گزرتے تھے ان (مسلمانوں) کے پاس سے

يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ

تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے اور جب وہ لوٹتے تھے اپنے اہل کی طرف تو لوٹتے دل لگی کرتے ہوئے اور جب وہ (کافر) دیکھتے تھے، انکو

قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا

تو کہتے تھے بلاشبہ یہ لوگ گمراہ ہیں حالانکہ نہیں بھیجے گئے تھے وہ ان پر نگران بنا کر اور پس آج وہ لوگ جو ایمان لائے

مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٣٥﴾ هَلْ

کافروں پر ہنس رہے ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے کیا

ثُوبَ الْكُفَّارِ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

بدلہ دے دیئے گئے کافراں کا جو تھے وہ کرتے؟

اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی جزا اور نیکو کاروں کی جزا کا ذکر کرنے اور ان کے درمیان جو عظیم تفاوت ہے اس کو بیان کرنے کے بعد آگاہ فرمایا کہ یہ مجرم دنیا میں اہل ایمان کا تمسخر اڑاتے ان کے ساتھ استہزا کرتے اور ان پر ہنستے تھے۔ جب اہل ایمان ان کے پاس سے گزرتے تو یہ مجرم حقارت اور عیب چینی کے ساتھ باہم اشارے کرتے تھے۔ بایں ہمہ آپ ان کو مطمئن دیکھیں گے خوف ان کے دل میں راہ نہیں پاتا۔

﴿وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ﴾ ”اور جب وہ اپنے گھر کو لوٹتے۔“ یعنی صبح وشام ﴿انْقَلَبُوا فَكِهِينَ﴾ تو

مسرور اور خوش و خرم لوٹتے۔ یہ سب سے بڑی فریب خوردگی ہے کہ انھوں نے دنیا میں برائی کو امن کے ساتھ اکٹھا

کر دیا، گویا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب یا عہد آ گیا ہے کہ وہ اہل سعادت ہیں، انھوں نے اپنے بارے میں حکم لگایا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں اور اہل ایمان گمراہ لوگ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی اور بلا علم بات کہنے کی جسارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ﴾ یعنی ان کو اہل ایمان پر وکیل اور ان کے اعمال کی حفاظت کا ذمے دار بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ وہ ان پر گمراہی کا بہتان لگانے کی حرص رکھیں اور یہ ان کی طرف سے محض عیب جوئی، عناد اور محض کھیل تماشا ہے، اس کی کوئی دلیل ہے نہ برہان، اس لیے آخرت میں ان کی جزا ان کے عمل کی جنس میں سے ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قَالِیَوْمَ﴾ یعنی قیامت کے دن ﴿الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَصْحَكُونَ﴾ ”مومن کافروں سے ہنسی کریں گے۔“ جب وہ ان کو عذاب کی سختیوں میں چلتے پھرتے دیکھیں گے اور وہ سب کچھ جاچکا ہوگا جو وہ بہتان طرازی کیا کرتے تھے، تب ان کی ہنسی اڑائیں گے۔

اہل ایمان انتہائی راحت و اطمینان میں ﴿عَلَى الْأَرْوَاحِ﴾ آراستہ اور مزین پر بیٹھے پلنگوں ﴿يَنْظُرُونَ﴾ ان نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں، نیز اپنے رب کریم کے چہرے کا دیدار کر رہے ہوں گے۔ ﴿هَلْ تُؤْتِبُ الْكُفَّارَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ کیا ان کو ان کے عمل کی جنس میں سے جزا دی گئی؟ جس طرح انھوں نے دنیا کے اندر مومنوں کی ہنسی اڑائی، ان پر گمراہی کا بہتان لگایا، آخرت میں جب مومن ان کو عذاب میں جو ان کی گمراہی اور ضلالت کی سزا ہے، مبتلا دیکھیں گے تو وہ بھی ان کی ہنسی اڑائیں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے عدل اور اس کی حکمت کی بنا پر کفار کو اپنے افعال کا پورا بدلہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔

تفسیر سورۃ الْإِنْشِقَاقِ

الْإِنْشِقَاقُ
۲۵
لَوْحِهَا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْإِنْشِقَاقِ
(۸۱) مَكِّيَّةٌ ۱

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۱ وَآذَنْتُ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ ۲ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۳

جب آسمان پھٹ جائیگا اور وہ کان لگائے ہوئے ہے اپنے رب (کے حکم) کیلئے اور اس کے لائق بھی ہے اور جب زمین پھیلا دی جائیگی

وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۴ وَآذَنْتُ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ ۵ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ

اور وہ ڈال دے گی جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جائیگی اور وہ کان لگائے ہوئے ہے اپنے رب کیلئے اور اس کے لائق بھی یہی ہے اور انسان ابلا شہ تو

كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَبَلِّغْهُ ۶ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۷ فَسَوْفَ

سخت محنت کر رہا ہے اپنے رب کی طرف خوب محنت (تو) اس کو ملنے والا ہے پس لیکن جو شخص کو دیا گیا وہ اپنا اعمال نامہ اپنے دائیں ہاتھ میں تو معتبر ہے

يُحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ

اس سے حساب لیا جائے گا حساب آسان ۝ اور وہ لوٹے گا اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی ۝ اور لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا اعمال نامہ

وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۝ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۝ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ

پیچھے پیٹھا پٹی ۝ تو ضرور وہ پکارے گا ہلاکت کو ۝ اور داخل ہوگا وہ بھڑکتی آگ میں ۝ بلاشبہ وہ تھا (دنیا میں) اپنے اہل (دعیا) میں

مَسْرُورًا ۝ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ۝ بَلَىٰ ۚ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝

خوش ۝ بلاشبہ اس نے سمجھا تھا کہ ہرگز نہیں لوٹ کر جائیگا وہ (اللہ کی طرف) ۝ کیوں نہیں! بلاشبہ اس کا رب تھا اس کو دیکھنے والا ۝

قیامت کے دن بڑے بڑے اجرام فلکی میں جو تغیرات آئیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹ کر ایک دوسرے سے الگ ہو جائے گا اس کے

ستارے بکھر جائیں گے اور اس کے سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے۔ ﴿وَأُذِنَتْ لِرَبِّهَا﴾ اور وہ اپنے رب

کے حکم کو غور سے سنے گا اس پر کان لگائے گا اور اس کے خطاب کو سنے گا اور اس پر لازم بھی یہی ہے، کیونکہ وہ اس عظیم

بادشاہ کے دستِ تخیل کے تحت مسخر اور مُدَبَّر ہے جس کے حکم کی نافرمانی کی جاسکتی ہے نہ اس کے فیصلے کی مخالفت۔

﴿وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ﴾ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی، یعنی زمین کا نپے گی اور ڈر جائے گی اس

کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اس پر موجود عمارتیں اور علاقے ڈھادی جائیں گی اور زمین کو ہموار اور برابر

کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ زمین کو اس طرح پھیلا دے گا جس طرح چمڑے کو پھیلا یا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ بہت وسیع ہو

جائے گی، جس میں (اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کتاب کے لیے) کھڑے ہونے کے لیے لوگوں کی کثرت کے

باوجود پوری گنجائش ہوگی۔ پس زمین ہموار چٹیل میدان بن جائے گی جس میں تجھے کوئی نشیب و فراز نظر نہیں آئے

گا۔ ﴿وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا﴾ اور جو کچھ اس میں ہے اسے نکال کر ڈال دے گی۔ یعنی تمام مردوں اور (مدفون)

خزانوں کو باہر نکال پھینکے گی ﴿وَتَحَلَّتْ﴾ اور ان سے خالی ہو جائے گی، کیونکہ جب صور پھونکا جائے گا تو تمام

مردے قبروں سے نکل کر سطح زمین پر آجائیں گے زمین اپنے خزانوں کو نکال باہر کرے گی اور وہ ایک بہت بڑے

ستون کے مانند ہوں گے جن کا مخلوق مشاہدہ کرے گی اور جس چیز کے لیے وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے

کی کوشش کیا کرتے تھے اس پر حسرت کا اظہار کریں گے۔

﴿وَأُذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلِيقُهُ﴾ اور وہ اپنے رب کے

حکم پر کان لگائے گی اور اسی کے لائق وہ ہے۔ اے انسان! تو اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش اور تمام کام اور

مختلش کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی طرف جانے میں کوشاں ہو اس کے اوامرو

نواہی پر عمل کرتے ہو بھلائی کے ذریعے سے یا برائی کے ذریعے سے اس کے قریب ہو رہے ہو۔ پھر قیامت کے

دن تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے۔ پس تم اس کی طرف سے فضل کے ساتھ یا عدل کے ساتھ جزا سے محروم نہیں ہو گے۔ اگر تم خوش بخت نکلے تو جزا فضل پر مبنی ہوگی اور اگر تم بد بخت نکلے تو سزا عدل پر مبنی ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ نے جزا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِحُسْنٍ﴾ ”پس جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔“ یہ خوش بخت لوگ ہیں ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ ”تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔“ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور آسان پیشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کا اعتراف کرائے گا حتیٰ کہ بندہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: میں دنیا میں تیرے گناہوں کو چھپاتا تھا اور آج بھی تیرے گناہوں کو چھپاؤں گا۔ ﴿وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ﴾ اور وہ جنت میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے گا ﴿مَسْرُورًا﴾ ”خوش ہو کر۔“ کیونکہ اس نے عذاب سے نجات حاصل کی اور ثواب سے فوزیاب ہوا۔

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ﴾ اور جس کو نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں اور اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا ﴿فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا﴾ یعنی جب وہ اپنے اعمال بد جو اس نے (دنیا میں آخرت کے لیے) آگے بھیجے تھے اور ان سے توبہ نہیں کی تھی اپنے اعمال نامے میں موجود پائے گا تو رسوائی اور فضیحت سے موت کو پکارے گا ﴿وَيُضِلُّ سَعِيرًا﴾ ”اور دوزخ میں داخل ہوگا۔“ یعنی جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ اسے ہر جانب سے گھیر لے گی اور اس کے عذاب پر اسے الٹ پلٹ کرے گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ دنیا میں ﴿كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا﴾ ”اپنے گھر والوں میں مسرور رہتا تھا۔“ اس کے دل میں حیات بعد الممات کا کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا۔ اس نے برائی کا اكتساب کیا اور اسے یقین نہ تھا کہ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنا اور اس کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔ ﴿بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا﴾ ”ہاں ہاں اس کا رب اس کو دیکھ رہا تھا۔“ پس یہ اچھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے بے کار چھوڑ دے اس کو حکم دیا جائے نہ کسی چیز سے روکا جائے اور اسے ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۖ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۖ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۖ لَتَرْكَبُنَّ

پس قسم کھاتا ہوں میں شفق کی اور رات کی اور جو کچھ وہ جمع کرتی (سینٹی) ہے اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاتا ہے یقیناً تم ضرور سوار ہو گے (ہنچو گے)

طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۚ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ

ایک حال پر بعد دوسرے حال کے پس کیا ہے ان (کافروں) کو کہ نہیں ایمان لاتے وہ؟ اور جب پڑھا جاتا ہے ان پر قرآن

لَا يَسْجُدُونَ ۖ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۖ

تو نہیں سجدہ کرتے وہ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ (سینوں میں) محفوظ رکھتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۖ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ

پس خوشخبری دے دیجئے انکو عذاب دردناک کی مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک ان کیلئے اجر ہے نہ تم ہو نہ والا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس مقام پر رات کی نشانیوں کی قسم کھائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے شفق کی قسم کھائی جو سورج کی باقی ماندہ روشنی ہے جس سے رات کا افتتاح ہوتا ہے۔ ﴿وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾ ”اور رات کی اور ان چیزوں کی قسم جن کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے۔“ یعنی جو حیوانات وغیرہ کو اکٹھا کرتی ہے ﴿وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ﴾ اور چاند کی جب چاند ماہ کامل بن جانے پر نور سے لبریز ہو جائے۔ اس وقت چاند خوبصورت ترین اور انتہائی منفعت بخش ہوتا ہے۔ جس پر قسم کھائی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿لَتَرْكَبُنَّ﴾ اے لوگو! تم گزرتے ہو ﴿طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ ”متعدد اور متباین اطوار و احوال میں سے۔“ یعنی نطفے سے جے ہوئے خون کی حالت تک اور بوٹی سے روح پھونکے جانے تک پھر بچہ ہوتا ہے بچے سے لڑکا اور پھر متمیز لڑکا بن جاتا ہے پھر اس پر تکلیف اور امر و نہی کا قلم جاری ہوتا ہے پھر وہ مر جاتا ہے پھر اسے اس کے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ بندے پر گزرنے والے یہ مختلف مراحل دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی معبود ہے۔ وہ اکیلا ہی اپنی حکمت و رحمت سے اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے نیز یہ کہ بندہ محتاج اور عاجز اور غالب و مہربان کے دست تدبیر کے تحت ہے۔

بائیں ہمہ بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ﴾ ”اور جب ان کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔“ یعنی قرآن کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں نہ اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ﴾ بلکہ کفار حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس سے عناد رکھتے ہیں اس لیے قرآن پر ان کا عدم ایمان اور قرآن کے لیے ان کی عدم اطاعت کوئی انوکھی بات نہیں، کیونکہ عناد کی بنا پر حق کی تکذیب کرنے والے کے لیے اس بارے میں کوئی حیلہ نہیں۔ ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ﴾ یعنی جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں یا وہ اپنی نیت میں چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ اور ظاہری اعمال کو جانتا ہے۔ پس عقریب وہ انھیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ”پس انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔“ بشارت کو بشارت اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مسرت اور غم کے اعتبار سے جلد پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ ہے اکثر لوگوں کا حال قرآن کی تکذیب اور اس پر عدم ایمان کے اعتبار سے۔

لوگوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور انھوں نے اس چیز کو قبول کر لیا جو رسول لے کر آئے پس وہ ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ یہی وہ لوگ ہیں ﴿لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ جن کے لیے بے انتہا یعنی کبھی بھی منقطع نہ ہونے والا اجر بلکہ دائمی اجر ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے تصور ہی میں اس کے طائر خیال کا گزر ہوا ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْبُرُوجِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے ہر مان بہت دم کرنے والا ہے

۲۲
آیتوں پر مشتمل ہے

سُورَةُ الْبُرُوجِ
(۸۵)

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝۲ وَشَٰهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝۳ قُتِلَ أَصْحَبُ

قسم ہے آسمان برجوں والے کی ۝ اور وعدہ دیئے ہوئے دن کی ۝ اور حاضر ہونے والے (یہ جمعہ) اور حاضر کیے ہوئے (یہ عرفہ) کی ۝ ہلاک کیے گئے

الْأَخْدُودِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝۵ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝۶ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ

خندقوں والے ۝ (یعنی) آگ تھی ایندھن والی ۝ جب کہ وہ اس پر بیٹھے تھے ۝ اور وہ اس کو جو کچھ وہ کر رہے تھے مومنوں کے ساتھ

شُهُودٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝۸ الَّذِي لَهُ مُلْكُ

دیکھ رہے تھے ۝ اور انہیں انتقام ملایا انہوں نے ان سے مگر اس بات کا کہ وہ ایمان لائے تھے اللہ پر جو زبردست، قابل تعریف ہے ۝ وہ ذات کدای کیلئے ہے بادشاہی

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۝۹ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَٰهِدٌ ۝۱۰ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ

آسمانوں اور زمین کی ۝ اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے ۝ بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے تکلیفیں دیں مومن مردوں

وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝۱۱ إِنَّ الَّذِينَ

اور مومن عورتوں کو پھر نہ توبہ کی انہوں نے تو ان کیلئے عذاب ہے جہنم کا اور ان کے لیے عذاب ہے جلانے والا ۝ بلاشبہ وہ لوگ

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝۱۲ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝۱۳ إِنَّ

جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک ان کیلئے ایسے باغات ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں یہی ہے کامیابی بہت بڑی ۝ بلاشبہ

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٍ ۝۱۴ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِيْ وَيُعِيدُ ۝۱۵ وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ۝۱۶

پکڑ آکے رب کی نہایت سخت ہے ۝ بیشک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا ۝ اور وہی ہے بڑا بخشنے والا بہت محبت کرنے والا ۝

ذُو الْعَرْشِ الْحَمِيدُ ۝۱۷ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝۱۸ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝۱۹ فِرْعَوْنَ

عرش کا مالک اونچی شان والا ۝ کر گزرنے والا ہے جو وہ چاہتا ہے ۝ کیا آئی ہے آپ کے پاس بات لشکروں کی؟ ۝ (یعنی) فرعون

وَتَمُودَ ۝۲۰ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝۲۱ وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۝۲۲

اور ثمود کی ۝ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تکذیب میں (گئے ہوئے) ہیں ۝ اور اللہ ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہے ۝

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝۲۱ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝۲۲

بلکہ یہ قرآن اونچی شان والا ہے ۝ (لکھا ہوا ہے) لوح محفوظ میں ۝

﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ﴾ ”برجوں والے آسمان کی قسم۔“ یعنی جو منازل والا ہے اور جو سورج، چاند اور ان

کو اکب کی منازل پر مشتمل ہے جو اپنے چلنے میں کامل ترین ترتیب اور ایسے نظام میں منسلک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے

کمال قدرت و رحمت اور وسعت علم پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ﴾ ”اور وعدے کے دن کی۔“ یہ

قیامت کا دن ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اس دن انھیں اکٹھا

کرے گا چنانچہ ان کے اول و آخر اور دور و نزدیک کے تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا اس دن کا بدلنا ممکن ہے نہ اللہ

تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی ہی کرتا ہے۔ ﴿وَشَٰهِدٌ مِّمَّ شَٰهَدٍ﴾ یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو اس وصف سے متصف ہے یعنی دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا حاضر ہونے والا اور جس کے پاس حاضر ہوا جائے بصیرت سے دیکھنے والا اور دکھائی دینے والا۔

یہاں جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر حکمتیں اور بے پایاں رحمت جن کو یہ قسم متضمن ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس پر قسم کھائی گئی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿قَتِيلَ أَصْحَبِ الْاُخْدُوْدِ﴾ ”ہلاک کر دیے جائیں خندق (کھودنے) والے۔“ یہ ان کے لیے ہلاکت کی بددعا ہے۔ ﴿اُخْدُوْدِ﴾ سے مراد وہ گڑھے ہیں جو زمین میں کھودے جاتے ہیں۔ یہ اصحاب الاخدود (گڑھوں والے) کافر تھے اور ان کے ہاں کچھ اہل ایمان بھی تھے۔ کفار نے ان کو اپنے دین میں داخل کرنا چاہا، اہل ایمان نے اس سے انکار کر دیا۔ کفار نے زمین میں بڑے بڑے گڑھے بنائے ان کے اندر آگ جلائی اور ان کے ارد گرد بیٹھ کر اہل ایمان کو آگ پر پیش کر کے ان کو آگ زماںش میں مبتلا کیا۔ پس ان میں جس کسی نے ان کفار کی بات مان لی اس کو چھوڑ دیا گیا اور جو اپنے ایمان پر ڈنار ہا اس کو آگ میں پھینک دیا۔

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے گروہ اہل ایمان کے خلاف انتہا کو پہنچی ہوئی محاربت و دشمنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کو ہلاک کر ڈالا اور ان کو وعید سنائی چنانچہ فرمایا: ﴿قَتِيلَ أَصْحَبِ الْاُخْدُوْدِ﴾ پھر ﴿اُخْدُوْدِ﴾ کی تفسیر اپنے اس ارشاد سے کی: ﴿اَللّٰہُ ذَاتُ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَیْہَا قُوْدٌ ۝ وَهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شَٰہِدٌ﴾ ”وہ ایک آگ تھی ایندھن والی جبکہ وہ لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے تھے اور مسلمانوں کیساتھ جو کر رہے تھے اس کا تماشا کر رہے تھے۔“ یہ بدترین جبر اور قساوت قلبی ہے، کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی ان کے ساتھ عناد رکھا اور ان آیات پر ایمان رکھنے والوں کے خلاف محاربت کی اور اس قسم کے عذاب کے ذریعے سے ان کے لیے تعذیب کو جمع کر دیا جن سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں نیز یہ کہ جب اہل ایمان کو آگ کے ان گڑھوں میں ڈالا گیا تو یہ اس وقت موجود تھے اور حال یہ تھا کہ وہ اہل ایمان پر ان کی صرف اس حالت کی بنا پر ناراض تھے جس پر وہ قابل ستائش تھے اور جس سے ان کی سعادت وابستہ تھی، یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو غالب اور قابل تعریف ہے، یعنی جو اس غلبے کا مالک ہے۔ جس کی بنا پر وہ ہر چیز پر غالب ہے اور وہ اپنے اقوال و افعال اور اوصاف میں قابل تعریف ہے۔

﴿اَلَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کے اللہ تعالیٰ کے غلام ہونے کے اعتبار سے سب پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے وہ ان میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے ﴿وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَٰہِدٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنے علم، سمع و بصر کی بنا پر ہر چیز پر گواہ ہے۔ پس اس کے خلاف سرکشی اختیار کرنے والے یہ کفار اس

بات سے کیوں نہ ڈرے کہ غالب اور قدرت رکھنے والا ان کو پکڑ لے گا کیا ان سب کو علم نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور مالک کی اجازت کے بغیر کسی کو کسی پر کوئی اختیار نہیں؟ یا ان پر یہ حقیقت مخفی رہ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا؟ ہرگز نہیں! کافر دھوکے میں پڑا ہوا ہے اور جاہل اندھے پن کا شکار اور سیدھے راستے سے ہٹ کر گمراہی میں مبتلا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سنائی ان کے ساتھ وعدہ کیا اور ان کے سامنے توبہ پیش کی چنانچہ فرمایا: ﴿لَإِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لَمْ يَكُنُوا لَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ﴾ ”بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور پھر توبہ نہ کی ان کو دوزخ کا عذاب بھی ہوگا اور جلنے کا عذاب بھی۔“ یعنی جلانے والا نہایت سخت عذاب ہوگا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس جو دو کرم کی طرف دیکھو انھوں نے اس کے اولیا اور اس کے اہل اطاعت بندوں کو قتل کیا اور وہ ان کو توبہ کی طرف بلا رہا ہے۔ ظالموں کے لیے سزا کا ذکر کرنے کے بعد مومنوں کے لیے ثواب کا ذکر کیا چنانچہ فرمایا: ﴿لَإِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”بے شک وہ لوگ جو اپنے دل سے ایمان لائے ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ اور اپنے جوارح سے نیک عمل کرتے رہے ﴿لَهُمْ جَنَّاتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ﴾“ ان کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ جس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی تکریم و اکرام کے گھر کے حصول سے فوزیاب ہوں گے۔

﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾ ”بے شک اہل جرائم اور بڑے گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے اس کی سزا بڑی سخت ہے اور وہ ظالموں کی گھات میں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ (ہود: ۱۱۱/۱۰۲) ”اور جب تیرا رب بستیوں کو پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ ظلم کریں تو اس کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے بے شک اس کی پکڑ بڑی ہی دردناک ہے۔“

﴿إِنَّهُ هُوَ بَدِئُ وَيُعِيدُ﴾ ”یعنی وہ تخلیق کی ابتدا کرنے اور اس کا اعادہ کرنے میں متفرد ہے اس میں کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔ ﴿وَهُوَ الْغَفُورُ﴾ وہ اس شخص کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے جو توبہ کرتا ہے اور اس کی برائیوں کو معاف کر دیتا ہے جو ان برائیوں کی بخشش طلب کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ﴿الْوَدُودُ﴾ جو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے ایسی محبت جو کسی چیز کے مشابہ نہیں۔ جیسے صفات جلال و جمال اور معانی و افعال میں کوئی چیز مشابہ نہیں اسی طرح اس کی مخلوق میں سے اس کے خاص بندوں کے دلوں میں اس کی محبت اسی کے تابع ہے محبت کی مختلف انواع اس محبت سے مشابہت نہیں رکھتیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت عبودیت کی اصل ہے اور یہ وہ محبت ہے جو تمام محبتوں پر مقدم اور سب پر غالب ہے۔ اگر دوسری محبتیں اس محبت کے تابع نہ ہوں تو یہ محبتیں اہل محبت کے لیے عذاب ہیں۔

اللہ تعالیٰ وُذود ہے وہ اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (المائدہ: ۵۴/۵) ”اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔“ اور الْمَوْدَّة خالص اور صاف محبت کو کہتے ہیں۔ اس میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿الْوُدَّ﴾ کو ﴿الْفُورَ﴾ کے ساتھ مقرون بیان کیا ہے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ گناہ گار جب اللہ تعالیٰ کے پاس توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ نہ کہا جائے کہ ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مودت ان کی طرف نہیں لوٹی، جیسا کہ بعض مغالطہ انگیزوں کا قول ہے۔

بلکہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری پر اس کا کھانا پینا اور دیگر سامان ہو اور ایک ہلاکت خیز بیابان میں اس کی وہ سواری گم ہو جائے۔ وہ سواری (کی بازیابی) سے مایوس ہو کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ جائے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ وہ ابھی اسی حال میں ہو کہ وہ کیا دیکھے کہ سواری اس کے سر پر کھڑی ہے۔ پس وہ اس کی مہارت تمام لے (اس سواری کو دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہے) پس اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی سواری کے ملنے پر خوش ہوتا ہے۔ یہ اتنی بڑی خوشی ہے کہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے حمد و ثنا اور خالص محبت۔ اس کی بھلائی کتنی عظیم اس کی نیکی کتنی زیادہ اس کا احسان کس قدر بے پایاں اور اس کی نوازشیں کتنی وسیع ہیں۔ ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ﴾ یعنی عرش عظیم کا مالک ہے، جس عرش کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور کرسی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کرسی کی عرش کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ایک چٹیل میدان میں پڑے ہوئے حلقے (کڑے) کی نسبت زمین سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کا ذکر خاص طور پر اس کی عظمت کی وجہ سے کیا، نیز عرش کو تمام مخلوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کی خصوصیت حاصل ہے۔

زیر کی قراءت کی صورت میں [الْمَجِيد] عرش کی نعت ہے اور رفع کی قراءت کی صورت میں یہ اللہ کی نعت ہے اور مَجْدُ اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت کو کہتے ہیں۔

﴿فَقَالَ لِمَا يُرِيدُ﴾ وہ جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کر گزرتا ہے اور جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے: ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں کہ وہ جو کچھ چاہے کر لے۔ اگر مخلوق کسی چیز کا ارادہ کرتی ہے تو لازمی طور پر اس کے ارادے کے کچھ معاون ہوتے ہیں اور کچھ اس سے روکنے والے ہوتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کا کوئی معاون ہے نہ مانع۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان افعال کا ذکر فرمایا جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں جسے انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔ فرمایا: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۚ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ﴾ ”کیا آپ کو لشکروں کا حال معلوم نہیں ہوا ہے۔ فرعون اور

شمود کا؟“ انھوں نے رسولوں کو کیسے جھٹلایا؟ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ﴿بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ﴾ بلکہ کفار تکذیب اور عناد پر جسے ہوئے ہیں۔ آیات الہی ان کو کوئی فائدہ دیتی ہیں نہ نصیحتیں ان کے کسی کام آتی ہیں ﴿وَاللَّهُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ مُخِيطٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور قدرت سے ان کا احاطہ کر رکھا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمُرْصَادِ﴾ (الفجر: ۱۴/۸۹) ”بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔“ ان آیات کریمہ میں کافروں کے لیے عقوبت کی سخت وعید ہے جو اس کے قبضہ قدرت میں اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔ ﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ﴾ بلکہ یہ قرآن بڑی شان والا ہے۔ ”یعنی وہ نہایت وسیع اور عظیم معانی اور بہت زیادہ علم اور خیر والا ہے ﴿فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ﴾ یعنی وہ تغیر و تبدیلی اور کمی بیشی سے محفوظ ہے اور شیاطین سے بھی محفوظ ہے۔ وہ لوح محفوظ میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز درج کر رکھی ہے۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم کی جلالت و عمدگی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی رفعت شان اور قدر و منزلت پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الطَّارِقِ

آيَاتُهَا ۱۴
رُكُوعُهَا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان بہت بڑے کرنے والا ہے

سُورَةُ الطَّارِقِ
(۱۱) مَكِّيَّةٌ (۱۳۱)

وَالسَّيِّءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ ۝
قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہوئے والے کی ۝ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے رات کو نمودار ہوئے والا؟ ۝ (وہ) ستارہ ہے چمکنے والا ۝ نہیں کوئی نفس بھی
لَهَا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ ۝
مگر اس پر ہے ایک محافظ ۝ پس چاہیے کہ دیکھے انسان کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ۝ پیدا کیا گیا ہے پانی اچھلنے والے سے ۝ وہ نکلتا ہے
مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝
پٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان میں سے ۝ بلاشبہ وہ (اللہ) اس (انسان) کے لوٹانے پر قادر ہے ۝ جس دن ظاہر کیے جائیں گے راز ۝
فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّيِّءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝
تو نہ ہوگی اس کے لیے کوئی قوت اور نہ کوئی مددگار ۝ قسم ہے آسمان بار بار بارش لانے والے کی ۝ اور زمین پھٹنے والی کی ۝
إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَآكِيدٌ ۝
بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ قول فصیل ہے ۝ اور نہیں وہ ہنسی مذاق ۝ بلاشبہ وہ (کافر) تدبیر کرتے ہیں ایک تدبیر ۝ اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں
کَيْدًا ۝ فَهَلْ الْكَافِرِينَ أَمَهُلُهُمْ رَوْيْدًا ۝
ایک تدبیر ۝ پس مہلت دیجئے کافروں کو مہلت دینا تھوڑی سی ۝

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالسَّيِّءِ وَالطَّارِقِ﴾ ”آسمان اور طاریق کی قسم!“ پھر ﴿الطَّارِقِ﴾ کی تفسیر بیان کرتے

ہوئے فرمایا: ﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾ یعنی روشن ستارہ جس کی روشنی آسمانوں میں سوراخ کر دیتی ہے آپار چھید بن جاتا ہے حتیٰ کہ زمین سے دکھائی دیتا ہے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ یہ اسم جنس ہے جو تمام روشن ستاروں کو شامل ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد ”زُحَل“ ہے جو ساتوں آسمانوں کو چھید کر سوراخ کر دیتا ہے اور ان میں سے دیکھا جاسکتا ہے اور اس کو ﴿الطَّارِقُ﴾ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ رات کے وقت نمودار ہوتا ہے۔ جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّنَا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ ”ہر تنفس پر نگہبان مقرر ہے۔“ جو نفس کے اچھے برے اعمال کو محفوظ کرتا ہے اور ہر نفس کو اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے گی جسے اس کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾ یعنی انسان کو اپنی تخلیق اور اس کی ابتدا پر غور کرنا چاہیے۔ ﴿خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ﴾ ”پیدا کیا گیا ہے وہ اچھلتے ہوئے پانی سے۔“ اس سے مراد منی ہے ﴿يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ﴾ ”جو نکلتی ہے پیٹھ اور سینے کے بیچ سے۔“ اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ (منی) مرد کی صلب سے اور عورت کے سینے یعنی اس کی چھاتی سے نکلتی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اچھل کر نکلنے والی منی جو کہ مرد کی منی ہے اس کا مقام جہاں سے وہ نکلتی ہے صلب اور سینے کے درمیان ہے۔

شاید یہی معنی زیادہ صحیح ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اچھل کر نکلنے والے پانی (منی) کا وصف بیان کیا ہے جس کو محسوس کیا جاتا ہے اور اس کے اچھل کر باہر نکلنے کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یہ مرد کی منی ہے۔ اسی طرح ﴿التَّرَائِبِ﴾ کا لفظ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے، کیونکہ مرد کا سینہ بمنزلہ عورت کی چھاتیوں کے ہے۔ اگر یہاں عورت مراد ہوتی تو کہا جاتا (بَيْنَ الصُّلْبِ وَالتَّدْيِينَ) پیٹھ اور دونوں پستانوں کے درمیان وغیرہ۔ واللہ اعلم

پس جس ہستی نے انسان کو اچھل کر نکلنے والے پانی سے وجود بخشا جو اس مشکل مقام سے خارج ہوتا ہے وہ آخرت میں اسے پیدائش کی طرف لوٹانے، قیامت، حشر و نشر اور جزا و سزا کے لیے اس کی تخلیق کا اعادہ کرنے پر قادر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اچھل کر نکلنے والے پانی کو واپس صلب میں لوٹانے پر قادر ہے۔ یہ معنی اگرچہ صحیح ہیں مگر آیت کریمہ سے یہ معنی مراد نہیں، کیونکہ اس کے بعد فرمایا: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ الشَّارِبُ﴾ اس دن سینے کے بھید جانچے جائیں گے اور دلوں میں جو اچھائی یا برائی ہے وہ سب چہروں کے صفحات پر آشکارا ہو جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ (ال عمران: ۱۰۶۳) ”جس روز کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔“ دنیا کے اندر بہت سی چیزیں پوشیدہ رہتی تھیں اور لوگوں کے سامنے عیاں نہیں ہوتی تھیں۔ قیامت کے روز تو ابرار کی نیکی اور فاجروں کا فسق و فجور صاف ظاہر ہوں گے اور علانیہ امور بن جائیں گے۔

﴿فَسَاكُ مِنْ قُوَّةٍ﴾ یعنی اس کے پاس اپنی طاقت نہیں ہوگی جس کے ذریعے سے وہ مدافعت کر سکے ﴿وَلَا تَأْوِي﴾ اور نہ خارج سے کوئی مددگار ہوگا جس سے مدد لے سکے۔ عمل کرنے والوں پر یہ قسم ان کے عمل کرنے کے وقت اور ان کی جزا و سزا کے وقت ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسری قسم کھائی جو قرآن کی صحت پر ہے چنانچہ فرمایا: ﴿وَالسَّمَاءَ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضَ ذَاتِ الصَّدْعِ﴾ ”بارش والے آسمان کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم!“ یعنی آسمان ہر سال بارش لے کر لوٹتا ہے زمین نباتات کے اگنے کے لیے شق ہوتی ہے پس اس پر انسان اور حیوانات زندہ رہتے ہیں نیز آسمان ہر وقت قضا و قدر اور شئون الہیہ کے ساتھ لوٹتا ہے اور (قیامت کے روز) مردوں سے زمین شق ہو جائے گی۔

﴿إِنَّهُ﴾ بلاشبہ یہ قرآن کریم ﴿لَقَوْلٍ فَصْلٍ﴾ حق اور صدق بین اور واضح ہے ﴿وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾ یہ بے ہودہ کلام نہیں، بلکہ سنجیدہ کلام ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جو مختلف گروہوں اور مختلف مقالات کے مابین فیصلہ کرتا ہے اور مختلف خصوصیات میں امتیاز کرتا ہے۔

﴿إِنَّهُمْ﴾ یعنی رسول ﷺ اور قرآن کریم کی تکذیب کرنے والے ﴿يَكِيدُونَ كَيْدًا﴾ ”سازشیں کرتے ہیں۔“ تاکہ اپنی سازش کے ذریعے سے حق کو روک دیں اور باطل کی مدد کریں ﴿وَأَكِيدُ كَيْدًا﴾ اور حق کو غالب کرنے کے لیے میں چال چلتا ہوں خواہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے تاکہ باطل کو روکا جائے جسے یہ لے کر آئے ہیں اور اس سے معلوم ہو جائے کہ کون غالب ہے؟ کیونکہ انسان بہت کمزور اور حقیر ہے کہ اپنے سے زیادہ طاقت رکھنے والے اور اپنی چال سازی میں زیادہ مہارت اور علم رکھنے والے پر غالب آ سکے۔ ﴿فَقَهِّلِ الْكُفْرَانَ﴾ آمہلہم رويدا! یعنی کافروں کو تھوڑی سی مہلت دو پس عنقریب جب ان کو عذاب اپنی لپیٹ میں لے لے گا تو انھیں اپنے انجام کا علم ہو جائے گا۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْأَعْلَى

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرعاً) بہت نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

۱۹ آیات
۱ رکوع

سُورَةُ الْأَعْلَى
(۱۸) مکیہ

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝

آپ سبح کہنے اپنے رب کے نام کی جو سب سے بلند تر ہے ۝ وہ جس نے پیدا کیا پس ٹھیک ٹھیک بنایا ۝ اور وہ جس نے اندازہ کیا، پھر ہدایت دی ۝

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى ۝ سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ۝

اور وہ ذات جس نے نکالا (زمین سے) چارہ ۝ پھر کمزور یاں کو خشک چورسایا ۝ عنقریب ہم بڑھائیں گے آپ کو (قرآن) پس نہیں بھولیں گے آپ ۝

إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ط وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى ۝ فَذَكَرْ
 سوائے اسکے جو چاہے اللہ بلاشبہ وہ جانتا ہے ظاہر کو اور اسکو جو خفی ہے ۝ اور ہم تو نیسرتے دینگے آپکو آسان (راستے) کی ۝ پس آپ نصیحت کیجئے
 إِنْ نَفَعْتَ الذِّكْرَى ۝ سَيَذَكِّرْكَ مَنْ يُخَشَى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلَى
 اگر نفع دے نصیحت ۝ ضرور نصیحت حاصل کرے گا وہ جو ڈرتا ہے ۝ اور دور رہے گا اس سے بد بخت ۝ وہ جو داخل ہوگا
 النَّارَ الْكُبْرَى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝
 بہت بڑی آگ میں ۝ پھر نہ مرے گا وہ اس میں اور نہ جیے گا ۝ تحقیق فلاح پا گیا وہ شخص جو پاک ہوا ۝
 وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ
 اور اس نے یاد کیا نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی ۝ بلکہ تم ترجیح دیتے ہو حیات دنیا کو ۝ جب کہ آخرت بہت بہتر
 وَأَبْقَى ۝ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۝
 اور زیادہ پائیدار ہے ۝ بلاشبہ یہ (بات) پہلے صحیفوں میں ہے ۝ (یعنی) صحیفوں میں ابراہیم اور موسیٰ کے ۝

اللہ تعالیٰ اپنی تسبیح و تنزیہ کا حکم دیتا ہے جو اس کے ذکر اس کی عبادت اس کے جلال کے سامنے سرافگندہ اور
 اس کی عظمت کے سامنے فروتن ہونے کو متضمن ہے نیز تسبیح ایسی ہو جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے لائق ہے، یعنی اس
 کے اسمائے حسنیٰ و عالیہ کا اس اسم سے ذکر جس کے معنی اچھے اور عظیم ہوں۔ اس کے افعال کا ذکر کیا جائے ان
 افعال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، ان کو درست کیا، یعنی نہایت مہارت کے ساتھ ان
 کو اچھی طرح تخلیق کیا۔

﴿وَالَّذِي قَدَّرَ﴾ اس نے اندازہ مقرر کر دیا جس کی تمام مقدرات پیروی کرتی ہیں ﴿فَهَدَى﴾ اور اس کی
 طرف تمام مخلوقات کی راہنمائی کی یہ ہدایت عام ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس کے مصالح
 کی راہ دکھائی ہے اور اس میں اس کی تمام دنیاوی نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اس کے بارے میں فرمایا:
 ﴿وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے نباتات اور سرسبز گھاس کی مختلف
 اصناف اگائیں، جنھیں انسان چوپائے اور تمام حیوانات کھاتے ہیں۔ پھر اس نباتات وغیرہ کا جتنا جو بن مقدر ہوتا ہے
 اس کے مکمل کر لینے کے بعد نباتات اور سرسبز گھاس کو خشک کر دیتا ہے۔ ﴿فَجَعَلَهُ عَئِثًا أَحْوَى﴾ ”پھر اس کو سیاہ رنگ کا
 کوڑا کر دیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اس نباتات کو چورا چورا اور بوسیدہ بنا دیتا ہے اور اس میں وہ دینی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی اصل اور اس کے ماڈے یعنی قرآن کا ذکر کر کے احسان جتلیا ہے۔
 چنانچہ فرمایا: ﴿سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى﴾ ہم نے آپ کی طرف جو کتاب وحی کی ہے اسے محفوظ کر دیں گے اور
 آپ کے قلب کو یاد کرادیں گے۔ پس آپ اس میں سے کچھ بھی نہیں بھولیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے

بندے اور رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا علم عطا کرے گا جسے آپ کبھی فراموش نہیں کریں گے۔ ﴿اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾ ”مگر جو اللہ چاہے۔“ اور اس کی حکمت تقاضا کرے کہ کسی مصلحت اور حکمت بالغہ کی بنا پر آپ کو فراموش کرادے ﴿اِنَّهُۥ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰی﴾ ”بے شک وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔“ اور اس میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لیے کیا درست ہے اس لیے وہ جو چاہتا ہے شروع کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

﴿وَنُبَيِّنُكَ لِنَبِيِّنَا﴾ یہ ایک اور خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو آپ کے تمام امور میں آسانی مہیا فرمائے گا اور آپ کے دین اور شریعت کو آسان بنائے گا۔ ﴿فَذَكِّرْ﴾ پس آپ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہیے ﴿اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی﴾ ”اگر نصیحت فائدہ دے“۔ یعنی جب تک کہ تذکیر قابل قبول اور نصیحت سنی جاتی ہو، خواہ اس نصیحت سے پورا مقصد حاصل ہوتا ہو یا اس کا کچھ حصہ۔ آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر نصیحت فائدہ نہ دے، یعنی جس کو نصیحت کی گئی ہے وہ شر میں اور بڑھ جائے یا اس میں بھلائی کم ہو جائے تو آپ نصیحت پر مامور نہیں بلکہ تب آپ نصیحت نہ کرنے پر مامور ہیں۔

پس نصیحت کے ضمن میں لوگ دو اقسام میں منقسم ہیں: نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے اور نصیحت سے فائدہ نہ اٹھانے والے۔ رہے فائدہ اٹھانے والے تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے: ﴿سَيَذَكِّرْهُم مِّنْ يَّخْشٰی﴾ ”جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ نصیحت حاصل کرے گا۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اعمال کی جزا و سزا دینے پر اس کی قدرت کا علم بندے کے لیے ان امور سے باز رہنے کا موجب بنتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور بھلائی کے امور میں سعی کا موجب بنتا ہے۔

رہے وہ لوگ جو نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ﴿وَيَتَجَلَّبَہَا الْاَشَقٰی ۝ الَّذِیْ یُصَلِّی النَّارَ الْکُبْرٰی﴾ ”اور بد بخت پہلو تہی کرے گا جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔“ اور یہ بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں سے لپٹ جائے گی۔ ﴿ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْہَا وَلَا یَحْیٰی﴾ ”جہاں پھر نہ وہ مرے گا نہ جیے گا۔“ یعنی ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا اس میں کوئی راحت ہوگی نہ استراحت حتیٰ کہ وہ موت کی تمنا کریں گے مگر موت ان کو نہیں آئے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا یُقْضٰی عَلَیْہُمْ فِیْہُمْ وَاُولَٰئِکُمْ یُخَفَّفُ عَنْہُمْ مِّنْ عَذَابِہَا﴾ (فاطر: ۳۶، ۳۵) ”نہ ان کو موت آئے گی نہ مر جائیں، نہ جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا۔“

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَن تَزَیَّ﴾ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، شرک، ظلم اور برے اخلاق سے اس کی تطہیر کی، اس نے نفع اٹھایا اور فوزیاب ہوا ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلٰی﴾ ”اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا۔“ یعنی جو ذکر الہی سے متصف ہوا اور اس کا قلب ذکر الہی کے رنگ میں ڈوب گیا تو یہ ان اعمال کا موجب بنتا ہے

جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، خاص طور پر نماز جو ایمان کی میزان ہے۔ یہ ہیں آیت کریمہ کے معنی۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿تَزَكَّى﴾ کے معنی یہ کرتا ہے کہ اس نے زکوٰۃ فطر دی اور ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى﴾ سے مراد عید کی نماز ہے تو یہ اگرچہ لفظ کے (عمومی) معنی میں داخل ہے اور اس کی جزئیات میں سے ہے مگر صرف یہی ایک معنی نہیں ہیں۔

﴿بَلْ تُؤْتِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ یعنی تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم رکھتے ہو اور آخرت کے مقابلے میں ختم ہونے والی، مکدر کرنے والی اور زائل ہو جانے والی نعمتوں کو ترجیح دیتے ہو ﴿وَالْآٰخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ حالانکہ آخرت ہر وصف مطلوب میں دنیا سے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے، کیونکہ آخرت دارالخلد اور دارالبقا ہے اور دنیا دارالفنا ہے اور ایک عقل مند مومن عمدہ کے مقابلے میں ردی کو منتخب کرے گا نہ ایک گھڑی کی لذت کے لیے ابدی رنج و غم کو خریدے گا۔ پس دنیا کی محبت اور اس کو آخرت پر ترجیح دینا ہر گناہ کی جڑ ہے۔

﴿إِنَّ هَٰذَا﴾ ”بے شک یہ۔“ یعنی وہ اوامر حسنہ اور اخبار مستحسنہ جو اس سورہ مبارکہ میں تمہارے سامنے ذکر کیے گئے ﴿لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفٍ ابْرَہِیْمَ ۝ وَمُوسَىٰ﴾ ”پہلے صحیفوں میں ہیں۔ یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں۔“ جو دونوں محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد تمام انبیاء و مرسلین میں سب سے زیادہ شرف کے حامل رسول ہیں۔ پس یہ اوامر ہر شریعت میں موجود ہیں، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کے مصالح کی طرف لوٹتے ہیں اور ہر زمان و مکان میں ان مصالح کی حاجت ہے۔

تَفْسِیْرُ سُورَةِ الْغَاشِیَةِ

اٰیَاتُهَا ۲۶
رُکُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللہ کے نام سے (شرعاً) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْغَاشِیَةِ
(۸۸) مَكِّيَّةٌ (۲۸۱)

هَلْ أَتٰكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۝ ۱ ۝ وَجُوهٌ یَّوْمَیْذٍ خَاشِعَةٌ ۝ ۲ ۝ عَامِلَةٌ تَأْسِبَةٌ ۝ ۳ ۝
تحقیق آگئی ہے آپ کے پاس بات چھا جانے والی (قیامت) کی ۝ کئی چہرے اس دن ذلیل ہونگے ۝ عمل کر نیوالے تھک جانے والے ۝
تَصَلٰی نَارًا حَامِیَةً ۝ ۴ ۝ تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ۝ ۵ ۝ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ
وہ داخل ہونگے بھڑکتی آگ میں ۝ پلائے جائینگے وہ گرم کھولتے ہوئے چشمے سے ۝ نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا سوائے
ضَرِیْعٍ ۝ ۶ ۝ لَا یُسَبِّحُ وَلَا یُغْنٰی مِنْ جُوعٍ ۝ ۷ ۝ وَجُوهٌ یَّوْمَیْذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ ۸ ۝ لِّسَعِیْهَا
خاردار جھاڑی کے ۝ نہ وہ موٹا کرے گا اور نہ فائدہ دے گا بھوک سے ۝ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہونگے ۝ اپنی کوشش پر
رَاضِیَةٌ ۝ ۹ ۝ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝ ۱۰ ۝ لَا تَسْمَعُ فِیْهَا لَٰغِیَةً ۝ ۱۱ ۝ فِیْهَا عَیْنٌ
خوش ہوں گے ۝ بہشت بریں میں ہوں گے ۝ نہیں سنیں گے اس میں کوئی لغو بات ۝ اس میں ایک چشمہ

جَارِيَةٍ ۱۴ فِيهَا سُرَّرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۱۳ وَ أَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۱۲ وَ نَسَارِقُ

جاری ہوگا ○ اس میں تخت ہوں گے اونچے اونچے ○ اور (سانے) ساغر رکھے ہوں گے ○ اور گاؤں تکیے

مَصْفُوفَةٌ ۱۵ وَ زَرَائِي مَبْثُوثَةٌ ۱۶

برابر قطار میں لگے ہوں گے ○ اور نیس غالیچے بچھے ہوں گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے احوال اور اس کی مصیبت خیز ہولناکیوں کا ذکر کرتا ہے کہ قیامت تمام مخلوق کو اپنی تختیوں سے ڈھانپ لے گی، لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی، لوگ الگ الگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے، ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا گروہ جہنم کو سدھارے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں کے وصف سے آگاہ فرمایا۔

جہنمیوں کے وصف میں فرمایا: ﴿وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ﴾ اس دن یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے ﴿خَاشِعَةٌ﴾ ذلت، فضاہت اور رسوائی کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے۔ یعنی عذاب میں سخت تھکے ہوئے ہوں گے ان کو چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ○ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ میں اس معنی کا احتمال ہے کہ دنیا کے اندر مشقت اٹھانے والے چہرے اس روز جھکے ہوئے ہوں گے۔ دنیا کے اندر (ان کی مشقت یہ تھی) کہ وہ بڑے عبادت گزار اور عمل کرنے والے تھے۔ مگر چونکہ اس عمل میں ایمان کی شرط معدوم تھی اس لیے عمل قیامت کے دن اثر تا ہوا غبار بن جائے گا۔ یہ احتمال، معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر سیاق کلام اس پر دلالت نہیں کرتا بلکہ پہلے معنی ہی قطعی طور پر صحیح ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ظرف کے ساتھ مقید کیا ہے اور وہ ہے قیامت کا دن، کیونکہ یہاں عمومی طور پر اہل جہنم کا ذکر کرنا مقصود ہے اور یہ احتمال اہل جہنم کی نسبت سے بہت ہی چھوٹا سا جز ہے، کیونکہ یہ کلام قیامت کی سختی کے لوگوں کو ڈھانپ لینے کے حال میں ہے اور اس میں دنیا کے اندر ان کے احوال سے کوئی تعرض نہیں۔ ﴿تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً﴾ ”دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔“ یعنی اس کی حرارت بہت سخت ہو گی جو ان کو ہر جگہ سے گھیر لے گی ﴿تَسْقٰی مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ ”ایک کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی پلایا جائے گا۔“ یعنی انتہائی گرم ﴿وَانِ يَسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ﴾ (الکہف: ۲۹/۱۸) ”اور گروہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو گھلے ہوئے تانبے کے مانند ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔“ پس یہ ہوگا ان کا مشروب۔

ربان کا طعام تو ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ صَرِيْعٍ ○ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ﴾ ”خاردار جھاڑ

کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا۔ جو مونا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔“ یہ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ کھانے سے دو امور میں سے ایک مقصود ہوتا ہے۔ کھانے والے کی بھوک مٹانا اور اس کی بھوک کی تکلیف دور کرنا یا اس کے بدن کو مونا کرنا اور اس کھانے میں دونوں امور کے لیے کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ کھانا کڑواہٹ، بدبو اور گھٹیا پن میں انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

رہے نیکو کار تو قیامت کے روز ان کے چہرے ﴿نَاعِمَةٌ﴾ ”تر و تازہ ہوں گے۔“ یعنی ان پر نعمتوں کی تازگی عیاں ہوگی، ان کے بدن تر و تازہ ہوں گے اور ان کے چہرے نور سے دمک رہے ہوں گے اور وہ انتہائی خوش ہوں گے۔ ﴿لَسْعِيهَا﴾ ”اپنے اعمال سے۔“ جو اس نے دنیا میں رہتے ہوئے نیک اعمال اور اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کو آگے بھیجا ﴿رَاضِيَةٌ﴾ ”خوش ہوں گے۔“ کیونکہ ان کو ان کی کوشش کا ثواب کئی گنا جمع کیا ہوا ملا، پس انھوں نے اپنے انجام کی تعریف کی اور انھیں ہر وہ چیز حاصل ہوگئی جس کی وہ تمنا کرتے تھے۔

اور یہ سب کچھ ﴿فِي جَنَّةٍ﴾ ایسی جنت میں ملے گا جس میں نعمتوں کی تمام انواع جمع ہیں ﴿عَالِيَةٍ﴾ جو اپنے محل و منازل میں بہت بلند ہے۔ پس اس کا محل و مقام اعلیٰ علیین میں ہے اس کی منازل بہت بلند مسکن ہیں اس میں بالا خانے ہیں اور بالا خانوں پر بنائے گئے بالا خانے ہیں، جہاں سے وہ اکرام و تکریم کی نعمتوں کا نظارہ کر سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کی ہیں۔

﴿قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ﴾ (الحاقة: ۲۳/۶۹) ”جس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔“ جس میں نہایت لذیذ میوے بکثرت ہوں گے وہ بہت زیادہ اچھے اچھے پھل ہوں گے جن کا حصول بہت آسان ہوگا، جس حال میں بھی وہ ہوں گے وہ ان پھلوں کو حاصل کر سکیں گے انھیں کسی درخت پر چڑھنے کی حاجت ہوگی نہ کوئی ایسا پھل ہوگا جس کا حصول ان کے لیے دشوار ہو۔

﴿لَا تَسْمَعُ فِيهَا﴾ ”اس میں نہیں سنیں گے۔“ یعنی جنت کے اندر ﴿لَا غِيَةَ﴾ کوئی حرام بات تو کجا کوئی لغو اور باطل کلمہ بھی (نہیں سنیں گے) بلکہ ان کا تمام تر کلام اچھا اور نفع بخش ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ذکر، ان پر اللہ تعالیٰ کی لگاتار نعمتوں کے ذکر اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے والوں میں باہم آداب حسنہ پر مشتمل ہوگا۔ جو دلوں کو مسرت اور شرح صدر عطا کرے گا۔

﴿فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ﴾ یہ اسم جنس ہے، یعنی اس کے اندر چشمے جاری ہوں گے، اہل جنت جیسے چاہیں گے اور جہاں چاہیں گے ان چشموں کا رخ موڑ کر ان سے نہریں نکال کر لے جائیں گے۔ ﴿فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ﴾ السُّرُرُ: سَرِير کی جمع ہے اور بیٹھنے کی ان جگہوں کو کہتے ہیں جو بذات خود بلند ہوں اور ان کو ملائم اور نرم بچھوئوں

کے ذریعے سے بلند کیا گیا ہو۔ ﴿وَالْأَوَابُ مَوْضُوعَةٌ﴾ یعنی مختلف انواع کے لذیذ مشروبات سے لبریز آبخورے ان کے سامنے رکھے ہوئے ہوں گے جو ان کے لیے تیار کیے گئے ہوں گے اور ان کی طلب اور اختیار کے تحت ہوں گے اور ہمیشہ رہنے والے کم عمر لڑکے (خدمت کے لیے) ان کے پاس گھوم پھر رہے ہوں گے۔ ﴿وَنَبَارَتِي مَصْفُوفَةٌ﴾ یعنی حریر اور دبیز ریشم وغیرہ کے تکیے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کو بیٹھنے اور ان پر آرام کرنے کے لیے صف در صف بچھایا گیا ہوگا، وہ ان کو خود بنانے یا خود بچھانے کی فکر سے آزاد اور آرام میں ہوں گے۔ ﴿وَزَرَابِي مَبْثُوثَةٌ﴾ الزرابی سے مراد خوبصورت پچھونے ہیں، یعنی ان کی مجالس ہر جانب سے ان پچھونوں سے بھری ہوئی ہوں گی۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٤﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٥﴾
کیا پس نہیں دیکھتے وہ اونٹوں کی طرف کیسے پیدا کیے گئے وہ؟ ○ اور آسمان کی طرف کیسے بلند کیا گیا وہ؟ ○
وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٦﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿١٧﴾ فَذَكِّرْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ مَذْكُرٌ ﴿١٨﴾
اور پہاڑوں کی طرف کیسے گاڑے گئے وہ؟ ○ اور زمین کی طرف کیسے بچھائی گئی وہ؟ ○ پس آپ نصیحت کریں، بس
أَنْتَ مَذْكُرٌ ﴿١٩﴾ لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِصَبِيطٍ ﴿٢٠﴾ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ﴿٢١﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ
آپ تو نصیحت ہی کر نیوالے ہیں ○ نہیں ہیں آپ ان پر کوئی داروغہ ○ مگر جس نے روگردانی کی اور کفر کیا ○ تو عذاب دیگا اسے اللہ
الْعَذَابُ الْأَكْبَرُ ﴿٢٢﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٣﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٤﴾
عذاب بہت بڑا ○ بلاشبہ ہماری ہی طرف ہے ان کا لوٹ کر آنا ○ پھر یقیناً ہمارے ہی ذمے ہے ان کا حساب ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کو جو رسول ﷺ کی تصدیق نہیں کرتے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کے لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کریں جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں، فرماتا ہے: ﴿أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ﴾ ”کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیے گئے؟“، یعنی کیا وہ اس کی انوکھی تخلیق پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو بندوں کے لیے مسخر اور ان بے شمار منافع اور مصالح کے لیے ان کا مطیع کر دیا جن کے وہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔

﴿وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ﴾ ”اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ نصب کیے گئے ہیں؟“، یعنی خوبصورت اور نمایاں بنا کر ان کو نصب کیا گیا ہے۔ جس سے زمین کو استقرار اور ثبات حاصل ہوا جس سے وہ حرکت نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں میں (انسان کے لیے) بڑے بڑے فوائد ودیعت کیے ہیں۔ ﴿وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾ ”اور زمین کی طرف کہ کس طرح وہ بچھائی گئی ہے۔“، یعنی زمین کو کس طرح کشادگی کے ساتھ پھیلا یا اور نہایت نرم اور ہموار بنایا گیا ہے تاکہ بندے اس پر ٹھکانا کر سکیں، اس پر کھیتی باڑی کر سکیں، باغات لگا سکیں، عمارتیں تعمیر کر سکیں

اور اس کے راستوں پر سفر کر سکیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمین کا ہموار ہونا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں۔ اس کو ہر جانب سے افلاک نے گھیرا ہوا ہے، جیسا کہ عقل، نقل، حس اور مشاہدہ اس پر دلالت کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کے ہاں یہ مذکور اور معروف ہے خاص طور پر اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے دور کی مسافتوں کو قریب کرنے کے لیے جو اسباب فراہم کیے ہیں ان کے ذریعے سے لوگ زمین کے اکثر گوشوں سے واقف ہو گئے ہیں کسی شے کا ہموار ہونا ایک بہت ہی چھوٹے جسم کی گولائی کے منافی ہو سکتا ہے جسے اگر ہموار کیا جائے تو اس میں قابل ذکر گولائی باقی نہیں رہے گی۔ رہا کرۂ زمین کا جسم جو کہ بہت ہی بڑا اور کشادہ ہے جو بیک وقت گول اور ہموار ہے دونوں امور ایک دوسرے کے منافی نہیں، جیسا کہ اہل خبر کو اس کی معرفت حاصل ہے۔

﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾ یعنی لوگوں کو وعظ و نصیحت اور ان کو تنبیہ کیجیے اور ان کو خوشخبری دیجیے، کیونکہ آپ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور ان کو نصیحت کرنے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کو ان پر دار و غد بنا کر اور مسلط کر کے نہیں بھیجا گیا اور نہ ان کے اعمال کا وکیل بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔ پس جب آپ نے وہ ذمہ داری پوری کر دی جو آپ کے سپرد کی گئی تھی تو اس کے بعد آپ پر کوئی ملامت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مانند ہے: ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعَبِدِ﴾ (ق: ۵۱، ۵۰) ”اور آپ ان کے ساتھ زبردستی کرنے والے نہیں آپ قرآن کے ذریعے سے اس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہے۔“

﴿إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكُفِّرْ﴾ مگر جو کوئی اطاعت سے منہ موڑ کر کفر کا رویہ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے ﴿فَيَعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ﴾ تو اللہ اسے نہایت سخت اور دائمی عذاب دے گا۔ ﴿إِنَّا إِلَيْنَا يَأْتِبُهُمُ﴾ یعنی تمام خلائق کو ہماری ہی طرف لوٹنا اور قیامت کے روز ان سب کو (ہمارے ہی پاس) اکٹھے ہونا ہے۔ ﴿ثُمَّ إِنَّا عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ﴾ پھر انھوں نے جو کوئی اچھا برا عمل کیا ہے ان سے اس کا حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْفَجْرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے، (شریعہ) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْفَجْرِ
(۸۹ مَائِكَتَةُ ۱۱۰)

ایکٹھا ۳۰
رکوعٹھا ۱

وَالْفَجْرِ ۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۲ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۳ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِيرُ ۴ هَلْ فِي ذَلِكَ

قسم ہے فجر کی ۱ اور دس راتوں کی ۲ اور جفت کی اور طاق کی ۳ اور رات کی جب وہ گزر جاتی ہے ۴ یقیناً اس میں

قَسَمٌ لِّذِي حَبْرِ ۵

بہت بڑی قسم ہے صاحب عقل کے لیے ۵

ظاہر ہے کہ مقسم بہ ہی مقسم علیہ ہے۔ جب معاملہ ظاہر اور اہم ہو تو یہ جائز اور مستعمل ہے اس مقام پر بھی اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھائی ہے جو رات کا آخر اور دن کا مقدمہ ہے، کیونکہ رات کے لوٹنے اور دن آنے میں ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں، نیز یہ کہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ فجر کے وقت ایک نہایت فضیلت اور عظمت والی نماز واقع ہوتی ہے اور وہ اس کی اہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھائے اس لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے اور صحیح قول کے مطابق یہ رمضان المبارک یا ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں، کیونکہ یہ راتیں فضیلت والے ایام پر مشتمل ہیں۔ ان راتوں میں ایسی عبادت و قربات واقع ہوتی ہیں جو دوسرے ایام میں نہیں ہوتیں۔ رمضان کی آخری دس راتوں میں سے کسی ایک طاق رات میں لیلۃ القدر واقع ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ان کے دنوں میں رمضان کے آخری عشرے کے روزے رکھے جاتے ہیں جو ارکان اسلام میں سے ایک بہت بڑا رکن ہے اور ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں عرفہ میں وقوف ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مغفرت سے نوازتا ہے جس سے شیطان غمگین ہوتا ہے۔ شیطان جس قدر حقیر اور دھتکارا ہوا عرفہ کے دن ہوتا ہے اتنا حقیر اور دھتکارا ہوا کبھی نہیں دیکھا گیا، کیونکہ اس روز وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرشتوں اور اس کی طرف سے رحمت کو اترتے دیکھتا ہے۔ ان دنوں میں حج اور عمرے کے بہت سے افعال واقع ہوتے ہیں اور یہ اشیاء قابل تعظیم اور اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی قسم کھائی جائے۔

﴿وَالْبَيْتُ إِذَا يَسِّرُ﴾ ”اور رات کی (قسم) جب جانے لگے۔“ یعنی اس کے گزرنے اور بندوں پر اپنی تاریکی کی چادر تان دینے کے وقت پس بندے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت کی بنا پر آرام اور استراحت کرتے ہیں اور مطمئن ہوتے ہیں۔ ﴿هَلْ فِي ذَلِكَ﴾ ان مذکورہ چیزوں میں ﴿قَسَمَ لَنِي حَجْرٌ﴾ عقل مند کے لیے قسم ہے؟ ہاں اس میں سے کچھ چیزیں ہی اس شخص کے لیے کافی ہیں جو دل بیدار رکھتا ہے اور متوجہ ہو کر کان لگا کر سنتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ إِدْرَمَ ذَاتَ الْعِمَادِ ۚ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا

کیا نہیں دیکھا آپ نے کیسا سلوک کیا آپ کے رب نے عاد کے ساتھ؟ (یعنی) ارم جو ستونوں والے تھے وہ کئیوں پیدا کیا گیا (کوئی) ان جیسا

فِي الْبِلَادِ ۚ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۚ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۚ

شہروں میں اور (قوم) ثمود کے ساتھ وہ جو تراشتے تھے چٹانوں کو وادی میں اور فرعون میمنوں والے کے ساتھ؟

الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۚ فَاكْثَرُوا فِيهَا الْفُسَادَ ۚ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ

وہ جنہوں نے سرکشی کی شہروں میں پس زیادہ کیا انہوں نے ان (شہروں) میں فساد تو برسایا ان پر آپ کے رب نے

سَوَّطَ عَذَابٍ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۚ

کوڑا عذاب کا بلاشبہ آپ کا رب گھات (ناک) میں ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ یعنی کیا آپ نے اپنے قلب اور اپنی بصیرت سے دیکھا نہیں کہ اس سرکش قوم کے ساتھ کیا کیا گیا؟ اور وہ ﴿اِدْمَ﴾ ”ارم۔“ یمن کا ایک معروف قبیلہ تھا ﴿ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ”ستونوں والے۔“ یعنی بہت زیادہ قوت، سرکشی اور ظلم و جبر والے لوگ تھے۔ ﴿الَّذِي لَمْ يَخْلُقْ مِثْلَهَا فِي الْبِلَادِ﴾ یعنی تمام شہروں میں طاقت اور سختی میں قوم عاد جیسا کوئی نہ تھا۔ جیسا کہ ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿وَادْكُرُوا اِذَا جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَضْطَةً فَاذْكُرُوا اِلَّا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (الأعراف: ٦٩/٧) ”اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا، اور ذیل ڈول میں تمہیں خوب تنومند کیا۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو شاید کہ تم فلاح پاؤ۔“

﴿وَتُؤَمِّدُ النَّبِينَ جَاؤُوا الصَّخْرَ بِالنَّوَادِ﴾ ”اور شمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی میں پتھر تراشتے تھے۔“ یعنی وادی النقریٰ میں انھوں نے اپنی قوت اور طاقت سے چٹانوں کو تراشا اور وہاں گھر بنائے۔ ﴿وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ﴾ ”اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔“ یعنی لشکروں والا تھا، جنھوں نے اس کے اقتدار کو ثبات بخشا جیسے میخیں اس چیز کو مضبوط کرتی ہیں جس کو ٹھہرانا مقصود ہوتا ہے۔ ﴿الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ﴾ ”جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی۔“ یہ وصف عاد، شمود، فرعون اور ان کی پیروی کرنے والوں کی طرف لوٹتا ہے، کیونکہ انھوں نے اللہ کے شہروں میں سرکشی کا رویہ اختیار کیا، اللہ کے بندوں کو ان کے دین و دنیا میں ستایا۔ اس لیے فرمایا: ﴿فَاكْثَرُوا فِيهَا الْفُسَادَ﴾ ”اور بہت فساد مچا رکھا تھا۔“ یعنی کفر اور اس کے شعبوں، یعنی معاصی کی تمام اقسام پر عمل کیا۔ انبیاء و مرسلین کے خلاف جنگ کی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے کوشاں رہے۔ جب وہ سرکشی میں اس حد تک پہنچ گئے جو ان کی ہلاکت کی موجب تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا اور ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِاۡئِمٌۭ صَادٌ﴾ ”بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔“ اس شخص کی گھات میں ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے، اسے تھوڑا سا عرصہ مہلت دیتا ہے، پھر وہ اسے غالب اور قدرت والے کی طرح پکڑتا ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهُ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَبَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمٰنِ ۝۱۵

پس لیکن انسان! جب آزماتا ہے اسکو، اور نعمت دیتا ہے اسکو، اور نعمت دیتا ہے اسکو تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی

وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانِ ۝۱۶ كَلَّا بَلْ

اور لیکن جب وہ آزماتا ہے اسے پھر تنگ کرتا ہے اس پر اس کا رزق تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری تو بہن کی ہرگز نہیں! بلکہ

لَا تَكْرُمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝۱۷ وَلَا تَحْضُوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمُسْكِيْنِ ۝۱۸ وَتَاْكُلُوْنَ التَّرَاثَ

نہیں قدر کرتے تم یتیم کی اور نہ نہیں ترغیب دیتے تم کھانا کھلانے کی مسکین کو اور تم کھا جاتے ہو میراث کا مال

اَكْلًا لِّمَالًا ۝۱۹ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝۲۰

خوب سمیٹ سمیٹ کر اور تم محبت کرتے ہو مال سے محبت بہت زیادہ

اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جیسا کہ وہ ہے، نیز یہ کہ وہ جاہل اور ظالم ہے اسے اپنے انجام کا کوئی علم نہیں، وہ جس حالت میں ہوتا ہے اس کے بارے میں سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی اور کبھی زائل نہ ہوگی۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ کا اس کو اکرام بخشا اور اسے نعمتوں سے نوازا، (آخرت میں) اس کی تکریم اور اس کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ﴿فَقَدَّرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ﴾ اس کا رزق تنگ کر دے اور اس کا رزق نپا تلا ہو جائے اور وافر نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اہانت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے اس خیال کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كَلَّا﴾ یعنی ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جس کو میں نے نعمتوں سے نوازا ہے میرے ہاں قابل اکرام و تکریم ہے اور جس کا رزق میں نے تنگ کر دیا ہے وہ میرے ہاں حقیر ہے۔

دولت مندی اور محتاجی رزق کی کشادگی اور تنگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور امتحان ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں کا امتحان لیتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون اس پر شکر اور صبر کرتا ہے تاکہ وہ اسے ثواب جزیل سے نوازے۔ جو ایسا نہ کرے اسے سخت عذاب میں ڈال دے، نیز بندے کے ارادے کا فقط اپنے نفس کی مراد پر ٹھہرنا ارادے کی کمزوری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے محتاج مخلوق کے بارے میں ان کے عدم اہتمام پر ان کو ملامت کی ہے چنانچہ فرمایا: ﴿كَلَّا بَلْ لَا تَكْفُرُونَ الْيَتِيمَ﴾ ”ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔“ جو اپنے باپ اور کمانے والے سے محروم ہے اور وہ اس چیز کا محتاج ہے کہ اس کے دل کو جوڑا جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ تم اس کا اکرام نہیں کرتے بلکہ تم اس کی اہانت کرتے ہو اور یہ چیز تمہارے دلوں میں رحم کے معدوم ہونے اور بھلائی میں عدم رغبت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿وَلَا تَحْضُونَهُ عَلَىٰ طَعَامِ الْيَسِيرِينَ﴾ یعنی تم حاجت مندوں، فقرا اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم دنیا (کے مال و دولت) پر بہت بخیل ہو۔ تم دنیا سے بہت محبت کرتے ہو اور اس کی شدید محبت تمہارے دلوں میں ساگتی ہے اس لیے فرمایا: ﴿وَتَاْكُلُونَ الثَّرَاثَ﴾ ”اور تم کھا جاتے ہو وراثت۔“ یعنی چھوڑا ہوا مال ﴿اَكَلًا لِّثَا﴾ ”سمیٹ کر۔“ اور اس میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑتے۔ ﴿وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ یعنی تم مال سے سخت محبت کرتے ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ (الأعلى: ۱۷/۱۶/۱۷) ”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَاَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ﴾ (القیامۃ: ۲۱/۲۰/۱۷۵) ”ہرگز نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔“

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًا ۖ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۖ وَجِئْنَا

ہرگز نہیں! جب کوٹ کر ہموار کر دی جائے گی زمین ریزہ ریزہ کر کے ۖ اور آئے گا آپکارب اور فرشتے صف در صف ۖ اور لائی جائے گی

يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ۚ يَقُولُ

اس دن جہنم، اس دن یاد کرے گا انسان (اپنے کرتوت) اور کیونکر (منید) ہوگا اس کے لیے یاد کرنا؟ وہ کہے گا

لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۚ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۚ وَلَا يُوثِقُ وِثْقَاهُ

اے کاش! آگے بھیجا ہوتا میں نے اپنی (اس) زندگی کیلئے! پس اس دن نہیں عذاب دے گا اس جیسا عذاب کوئی بھی! اور نہ جکڑے گا اس جیسا جکڑنا

أَحَدٌ ۚ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً

کوئی بھی! اے روح اطمینان والی! تو لوٹ اپنے رب کی طرف راضی ہونے والی

مَرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِي فِي عِبْدِي ۚ وَأَدْخُلِي جَنَّتِي ۚ

پسندیدہ! پس تو داخل ہو میرے بندوں میں! اور داخل ہو میری جنت میں!

﴿کَلَّا﴾ یعنی ہرگز ایسا نہیں، تم جس مال سے محبت کرتے ہو اور اس کی لذتوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر رغبت رکھتے ہو تمہارے پاس باقی رہنے والی نہیں ہیں بلکہ تمہارے سامنے ایک بہت بڑا دن اور ایک بہت بڑا خوف ہے۔ اس دن زمین، پہاڑوں اور اس پر موجود ہر چیز کو کوٹ کوٹ کر ہموار کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اسے ہموار چٹیل میدان بنا دیا جائے گا، اس میں کوئی نشیب و فراز نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بادلوں کے سائے میں آئے گا، تمام اہل آسمان مکرم فرشتے ﴿صَفَا صَفَا﴾ صف در صف آئیں گے، ہر آسمان کے فرشتے ایک صف میں آئیں گے اور اپنے سے کم تر مخلوق کو گھیر لیں گے۔ یہ صفیں بادشاہ جبار کے حضور خشوع اور عاجزی کی صفیں ہوں گی۔

﴿وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ﴾ ”اور دوزخ اس دن حاضری کی جائے گی۔“ فرشتے اسے زنجیروں میں جکڑ کر لائیں گے۔ پس جب یہ تمام امور وقوع پذیر ہوں گے ﴿يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ﴾ اس روز انسان یاد کرے گا کہ اس نے کیا بھلائی یا برائی آگے بھیجی ہے؟ ﴿وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى﴾ ”مگر اس تنبیہ سے اسے فائدہ کہاں مل سکے گا؟“ اس کا وقت گزر چکا اور اس کا زمانہ بیت گیا۔ ﴿يَقُولُ﴾ اس نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو کوتاہی کی، اس پر حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہے گا: ﴿لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي﴾ کاش میں نے اپنی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کے لیے کچھ نیک عمل آگے بھیجا ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَقُولُ لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾ ”یونکی لیتنی لم اتخذ فلا نا خلیلا“ (الفرقان: ۲۵/۲۷/۲۸) ”کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا ہائے میری شامت! کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔“ ان آیات کریمہ میں دلیل ہے کہ وہ زندگی جس کے کمال کے حصول اور اس کی لذت کی تکمیل کی کوشش کرنی چاہیے وہ آخرت کے گھر کی زندگی ہے، کیونکہ آخرت کا گھر دارالخلد اور دارالبقا ہے۔ ﴿يَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ﴾ ”پس اس دن کوئی اللہ کے عذاب کی طرح عذاب نہیں دے گا۔“ اس شخص کو جس نے اس دن کو مہمل جانا اور اس کے لیے عمل کو

فراموش کر دیا۔ ﴿وَلَا يُؤْتِي وَفَاقَةَ أَحَدٍ﴾ ”اور نہ کوئی ویسا جگڑنا جگڑے گا۔“ پس انھیں آگ کی زنجیروں میں باندھا جائے گا اور چہروں کے بل کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا پھر آگ میں ان کو جلایا جائے گا پس یہی مجرموں کی سزا ہے۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اسی پر مطمئن ہوا اور اس نے اس کے رسولوں کی تصدیق کی تو اس سے کہا جائے گا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ اے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان اور اس کی محبت میں سکون حاصل کرنے والے نفس! جس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ ﴿ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ﴾ ”اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔“ جس نے اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تیری نشوونما کی ﴿رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے ثواب سے راضی ہو کر جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سرفراز فرمایا اور اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوا۔ ﴿فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّاتٍ﴾ ”پس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری رحمت میں داخل ہو جا۔“ قیامت کے روز ان الفاظ سے روح کو مخاطب کیا جائے گا اور اسی خطاب سے موت کے وقت اور اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہوئے اس کو مخاطب کیا جائے گا۔

نَفْسِ سُوْدَا الْبَلَد

ایک چارٹا ۲۰
دیکھو ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُوْدَا الْبَلَد
(۹۰ مکتبہ ۳۵)

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ
قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ۝ اور آپ (کیلئے لڑائی) حلال ہو گیا ہے اس شہر میں ۝ اور قسم ہے والد کی اور جسے اس نے جنا ۝ البتہ تحقیق
خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝ أَيَحْسَبُ أَنْ بَنَ يُقَدَّرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝ يَقُولُ أَهْلَكْتُ
پیدا کیا ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں ۝ کیا وہ سمجھتا ہے یہ کہ ہرگز نہیں قادر ہو سکے گا اس پر کوئی بھی ۝ وہ کہتا ہے لڑا میں نے
مَالًا لُبَدًا ۝ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّهُ يَرْثَهُ أَحَدٌ ۝ أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا
مال بہت زیادہ ۝ کیا وہ سمجھتا ہے یہ کہ نہیں دیکھا اسے کسی نے بھی ۝ کیا نہیں بتائیں ہم نے اس کیلئے دوا آنکھیں ۝ اور ایک زبان
وَشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝
اور دو ہونٹ ۝ اور بتلا دیئے ہم نے اس کو دونوں راستے ۝ پس نہیں داخل ہوا وہ دشوار گھاٹی میں ۝ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے وہ گھاٹی ۝
فَكَ رَقَبَةً ۝ أَوْ اطَّعِمَ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مَسْكِينًا
(وہ) چھڑانا ہے گردن کا ۝ یا کھانا کھانا بھوک والے دن میں ۝ کسی یتیم قربت دار کو ۝ یا کسی مسکین
ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَةِ ۝
خاک نشین کو ۝ پھر ہو وہ لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی صبر کر نیکی اور وصیت کی رحم کر نیکی ۝
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ

یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ والے ۝ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں کے ساتھ وہ ہیں

اَصْحَبُ الْمَشْئَمَةِ ۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّوَصَّدَةٌ ۲۰

بائیں ہاتھ والے ○ ان پر آگ ہوگی (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسم کھائی ہے ﴿يَهَذَا الْبَيْدِ﴾ اس امن والے شہر مکہ مکرمہ کی، جو علی الاطلاق تمام شہروں پر فضیلت رکھتا ہے خاص طور پر اس وقت جب رسول اللہ ﷺ اس شہر میں رہ رہے تھے۔ ﴿وَالْيَوْمَآ وَلَدَ﴾ یعنی آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی قسم! اور جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ﴾ ”بے شک ہم نے انسان کو تکلیف میں پیدا کیا ہے۔“ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ سختیاں اور مشقتیں ہیں جو انسان دنیا کے اندر برداشت کرتا ہے اور جو وہ برزخ میں اور قیامت کے دن برداشت کرے گا۔ انسان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ایسے اعمال کے لیے کوشاں رہے جو اسے ان شدائد سے (نجات دلا کر) راحت اس کے لیے دائمی فرحت اور سرور کا موجب بنیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو ابدالآباد تک سخت عذاب کی مشقت برداشت کرتا رہے گا۔

اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ ہم نے انسان کو بہترین صورت اور خوب درست تخلیق کے ساتھ پیدا کیا جو سخت اعمال پر تصرف کی قدرت رکھتا ہے۔ بایں ہمہ اس نے اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ وہ عافیت پر (جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی) اتر اتار ہا اپنے خالق کے سامنے تکبر کا اظہار کرتا رہا اور اپنی جہالت اور ظلم کی بنا پر یہ سمجھتا رہا کہ اس کا یہ حال ہمیشہ باقی رہے گا اور اس کے تصرف کی طاقت کبھی ختم نہیں ہوگی اس لیے فرمایا: ﴿يَحْسَبُ أَنَّ لَّنْ يَفْقَدَ عَلَيْهِ أَحَدٌ﴾ ”کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہیں پائے گا؟“ وہ سرکشی کرتا ہے اور اس نے شہوات میں جو مال خرچ کیا اس پر فخر کرتا ہے۔ ﴿يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا﴾ ”کہتا ہے میں نے بہت سا مال برباد کیا ہے۔“ یعنی بہت زیادہ مال ایک دوسرے کے اوپر چڑھا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے شہوات اور معاصی میں مال خرچ کرنے کو ”ہلاک کرنے“ سے موسوم کیا ہے، کیونکہ اس راستے میں مال خرچ کرنے والا اپنے خرچ کیے ہوئے مال سے فائدہ نہیں اٹھائے گا اور اس کو اپنے مال خرچ کرنے سے ندامت، خسارے، تکان اور قلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس شخص کے مانند نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بھلائی کے راستے میں خرچ کرتا ہے، کیونکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کی اور جو کچھ اس نے خرچ کیا اس سے کئی گنا نفع اٹھایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس شخص کو جو اپنی شہوات میں مال خرچ کر کے فخر کرتا ہے وعید سناتے ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿يَحْسَبُ أَنَّ لَّمْ يَرَوْا أَحَدًا﴾ یعنی وہ اپنے اس فعل کے بارے میں سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے نہ وہ چھوٹے بڑے اعمال کا اس سے حساب ہی لے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال کو دیکھا، ان کو اس کے لیے محفوظ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر اچھے برے عمل پر کراماتیں مقرر کر دیے ہیں۔

پھر اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کراتے ہوئے فرمایا: ﴿لَا تَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلَسْنَا وَشَفَعْتَيْنِ﴾ ”کیا ہم نے اسے دو آنکھیں زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟“، یعنی یہ چیزیں حسن و جمال دیکھنے بولنے اور دیگر ضروری فوائد کے لیے عطا کیں۔ یہ تو ہیں دنیا کی نعمتیں پھر دین کی نعمتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ یعنی ہم نے اسے خیر و شر کے راستے دکھائے اور اس کے سامنے ہدایت اور گمراہی کو واضح کیا۔ پس یہ بے پایاں احسانات ہیں جو بندے سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو قائم کرے اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور ان نعمتوں سے اس کی نافرمانیوں میں مدد نہ لے مگر اس انسان نے ان تقاضوں کو پورا نہ کیا۔

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾ یعنی وہ گھاٹی میں داخل ہوا نہ اس کو عبور کیا، کیونکہ وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرنے والا ہے اور یہ گھاٹی اس کے لیے بہت سخت ہے۔ پھر گھاٹی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا آذَرَلَا مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُ رَقَبَةً﴾ ”اور آپ کو کیا معلوم گھاٹی کیا ہے؟ کسی گردن کا چھڑانا۔“ یعنی کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرنا یا مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مکاتب کی مدد کرنا۔ اور افضل یہ ہے کہ اس مسلمان قیدی کو چھڑایا جائے جو کفار کی قید میں ہے۔ ﴿أَوْ اطْعَمْتُ يَوْمَ ذِي مَسْعَبَةَ﴾ یا سخت بھوک کے دن سخت حاجت کے وقت ان لوگوں کو کھانا کھلانا جو سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں جیسے: ﴿يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ ”یتیم رشتے دار کو“ اس کا یتیم ہونا محتاج اور رشتے دار ہونا یہ سب امور اس میں یکجا ہیں ﴿أَوْ مُسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ ”یا مسکین خاکسار کو“، یعنی جو سخت حاجت اور ضرورت کی بنا پر مٹی سے چمٹ کر رہ گیا ہے۔

﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”پھر ان لوگوں میں (داخل) ہوا جو ایمان لائے۔“ یعنی وہ ان چیزوں پر اپنے دل سے ایمان لائے جن پر ایمان لانا واجب ہے اور نیک عمل کیے اس میں ہر واجب یا مستحب قول و فعل داخل ہے۔ ﴿وَتَوَّصَّوْا بِالصَّبْرِ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اس کی نافرمانی سے رک جانے اور تکلیف دہ تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے، یعنی وہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے تھے کہ ان احکام کی اطاعت کی جائے اور ان پر کامل طور پر انشراح صدر اور اطمینان نفس کے ساتھ عمل کیا جائے۔ ﴿وَتَوَّصَّوْا بِالرَّحْمَةِ﴾ ”اور ایک دوسرے کو مخلوق پر رحم کرنے کی وصیت کرتے رہے۔“ یعنی محتاجوں کو عطا کرنے اپنے جالبوں کو تعلیم دینے ان کے ان معاملات کا ہر لحاظ سے انتظام کرنے جن کے وہ ضرورت مند ہیں ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں ان کی مدد کرنے کے لیے ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے نیز وہ یہ بھی وصیت کرتے رہے کہ وہ ان کے لیے وہی چیز پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جو چیز اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں ان کے لیے بھی ناپسند کریں۔ یہی لوگ ہیں جو ان اوصاف پر قائم رہے اور یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے گھاٹی سے گزرنے کی توفیق عطا کی۔

﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾ ”یہی لوگ صاحب سعادت ہیں۔“ کیونکہ انھوں نے حقوق اللہ اور حقوق العباد

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا﴾ جنہوں نے ان مذکورہ امور کو اپنی بیٹھ پیچھے پھینک کر ہماری آیتوں سے کفر کیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی نہ وہ اس پر ایمان لائے نہ نیک عمل کیے اور نہ اللہ کے بندوں پر رحم ہی کیا ﴿هُمُ اصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ﴾ ”وہ بد بخت ہیں۔ یہ لوگ آگ میں بند کر دیے جائیں گے۔“ یعنی وہ آگ بڑے بڑے ستونوں میں بند کی گئی ہوگی جو اس آگ کے پیچھے کھڑے کیے گئے ہوں گے تاکہ جہنم کے دروازے کھل نہ سکیں اور (یہ مجرمین) تنگی اور سختی میں مبتلا رہیں۔

تفسير سورة الشمس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة التيس
(٥١) مكية (٢٩)

آياتها ١٥
رکوعها ١

اٹک کے نام سے (مشرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ۝۱ وَالْقَبْرَ إِذَا أَتَلَاهَا ۝۲ وَالنَّهَارَ إِذَا جَدَّهَا ۝۳ وَاللَّيْلَ إِذَا
قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی ۝ اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آتا ہے ۝ اور دن کی جب وہ سورج کو روشن کر دیتا ہے ۝ اور رات کی جب
يَغْشَاهَا ۝۴ وَالسَّيَّاءَ وَمَا بَدَّهَا ۝۵ وَالْأَرْضَ وَمَا طَحَّهَا ۝۶ وَنَفْسٍ
وہ ڈھانپ لیتی ہے اسکو ۝ اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسکو بنایا ۝ اور زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا ۝ اور (انسانی) نفس کی
وَمَا سَوَّيَاهَا ۝۷ فَالْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝۸ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝۹ وَقَدْ
اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک ٹھاک کیا ۝ پھر اٹھایا اسے اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری کا ۝ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا ۝ یقیناً
خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۝۱۱ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ۝۱۲
ناکام ہوا وہ جس نے نفس کو دبا دیا ۝ جھٹلایا قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے ۝ جب اٹھ کھڑا ہوا بڑا بد بخت اس قوم کا ۝
فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۝۱۴
پس کہا ان سے اللہ کے رسول نے (خدا تعالیٰ کے رحم) اللہ کی اونٹنی کی اور اسکو پانی پلانے کی ۝ پس انہوں نے جھٹلایا اسکو پھر انہوں نے مار ڈالا اس (اونٹنی) کو
فَدَمَدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۝۱۵ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۝۱۶
پس تباہی ڈال دی ان برا نکلے رب نے بوجہ ان کے گناہ کے پھر برابر (میا میٹ) کر دیا انکو ۝ اور نفیس ڈرتا وہ اس (اپنے کام) کے انجام سے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان عظیم آیات کے ذریعے سے فلاح یاب نفس اور اس کے علاوہ فاسق و فاجر نفوس پر قسم کھائی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا﴾ یعنی سورج، اس کی روشنی اور اس سے صادر ہونے والے فوائد کی قسم! ﴿وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا﴾ اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے، یعنی جب چاند منازل اور روشنی میں سورج

کے پیچھے چلے ﴿وَالْتَهَارُ إِذَا جَلَّهَا﴾ ”اور دن کی جب اسے چمکا دے۔“ یعنی جب وہ روئے زمین پر تمام چیزوں کو روشن اور واضح کر دے۔ ﴿وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَاهَا﴾ ”اور رات کی جب اسے چھپالے۔“ یعنی جب وہ تمام سطح زمین کو ڈھانپ لے اور زمین پر موجود ہر چیز تاریک ہو جائے۔ اس عالم میں اندھیرے اور اجالے سورج اور چاند کا ایک نظم اور مہارت کے ساتھ بندوں کے مصالح کے قیام کے لیے ایک دوسرے کا تعاقب کرنا اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے وہ اکیلا معبود ہے جس کے سوا ہر معبود باطل ہے۔

﴿وَالسَّمَاءَ وَمَا بَنَاهَا﴾ ”اور آسمان کی اور جس نے اسے بنایا۔“ اس میں احتمال ہے کہ ما موصولہ ہو تب یہ قسم آسمان اور اس کے بنانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ما مصدریہ ہو تب قسم آسمان اور اس کے بنانے کی ہے جو مضبوطی، مہارت اور خوبصورتی کے ساتھ بنانے پر قادر ہونے کی غایت و انتہا ہے۔ اسی کے مانند اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَالْأَرْضَ وَمَا طَحَّهَا﴾ ”اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔“ یعنی زمین کو پھیلایا اور اس کو وسعت عطا کی تب اس وقت مخلوق اس سے ہر قسم کا فائدہ اٹھانے پر قادر ہوئی۔

﴿وَالنَّفْسَ وَمَا سَوَّاهَا﴾ ”اور نفس کی اور اس کی جس نے اس (کے اعضا) کو برابر کیا۔“ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس میں تمام حیوانی مخلوق کا نفس مراد ہو، جیسا کہ لفظ کا عموم اس کی تائید کرتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ صرف مکلف انسان کے نفس کی قسم ہو جس پر اس کے بعد آنے والی آیات دلالت کرتی ہیں۔ دونوں معنوں کے مطابق نفس ایک بہت بڑی نشانی ہے جو اس کی قسم کو حق ثابت کرتی ہے، کیونکہ نفس انتہائی لطیف اور خفیف ہے۔ منتقل ہونے، حرکت، تغیر و تبدل، تاثر اور انفعالات نفسیہ مثلاً: ہم، غم، ارادہ، قصد، محبت اور نفرت میں بہت تیز ہے۔ اگر نفس نہ ہو تو بدن مجرّد بت ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور اس ہیئت میں اس کو درست کرنا جو اس وقت ہے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾ ”یعنی جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کیا، عیوب سے صاف کیا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے سے اس کو ترقی دی اور علم نافع اور عمل صالح کے ذریعے سے اس کو بلند کیا وہ کامیاب ہوا۔“ ﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾ ”اور وہ ناکام ہوا جس نے اسے چھپایا۔“ یعنی جس نے اپنے نفس کو یرہہ کر دیا اکل کے میل کچیل کے ذریعے سے عیوب اور گناہوں کے قریب ہو کر ان امور کو ترک کر کے جو اس کی تکمیل اور نشوونما کرتے ہیں اور ان امور کو استعمال میں لا کر جو اس کو بد صورت بناتے اور بگاڑتے ہیں چھپایا وہ ناکام رہا۔

﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا﴾ ”ثمود نے اپنی سرکشی، حق کے مقابلے میں تکبر اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کر کے تکذیب کی۔“ ﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾ ”یعنی قبیلے کا بد بخت ترین شخص، قدر بن سالف، اونٹنی کی کوچنیں

کاٹنے کے لیے اس وقت اٹھا، جب سب نے اس (جرم) پر اتفاق کیا اور اسے ایسا کرنے کا حکم دیا تو اس نے ان کی اطاعت کی۔ ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ﴾ تو اللہ کے رسول، یعنی صالح علیہ السلام نے ان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا: ﴿نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَهَا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کوچیں کاٹنے سے باز رہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عظیم نشانی بنایا اور اس کا دودھ پلا کر اللہ تعالیٰ نے تم کو جس نعمت سے نوازا ہے اس کے جواب میں اونٹنی کو ہلاک نہ کرو۔ پس انھوں نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ ﴿فَعَقَرُوْهَا فَذَمَّ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ يَذُنُّهُمْ﴾ ”پس انھوں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے باعث ان پر عذاب نازل کیا۔“ یعنی ان کو برابر کر دیا اور سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سے ایک چٹکھاڑ اور نیچے سے زلزلہ بھیجا تو وہ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے رہ گئے۔ تو ان میں کوئی پکارنے والا پائے گا نہ جواب دینے والا۔ ﴿فَسَوَّيْهَا﴾ ان پر اس بستی کو برابر کر دیا، یعنی اس عذاب میں سب کو برابر کر دیا۔ ﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا﴾ ”اور اس کو ان کے بدلے لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔“ یعنی اس کے تاوان سے وہ ڈر بھی کیسے سکتا ہے جب کہ وہ قہر والا ہے۔ اس کے قہر اور تصرف سے کوئی مخلوق باہر نہیں اس نے جو فیصلہ کیا اور جو کام مشروع کیا، وہ اس میں حکمت والا ہے۔

تَفْسِيْرُ سُورَةِ الْاَيْلِ

<p>ایمانیہ ۲۱ رُؤُوعَهَا ۱</p>	<p>بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ</p> <p>اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے</p>	<p>سُورَةُ الْاَيْلِ (۹۲) مَكِّيَّةٌ</p>
------------------------------------	--	--

وَ الْاَيْلِ اِذَا يُعْغِي ۱ وَالْهَارِ اِذَا تَجَلَّى ۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثَى ۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى ۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطَى وَاتَّقَى ۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۶ فَسَنِيْسِرُهُ لِيْسِرِي ۷ وَامَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۹ فَسَنِيْسِرُهُ لِيْسِرِي ۱۰ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ اِذَا تَرَدَّى ۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى ۱۲ وَاِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْاَوَّلَى ۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى ۱۴ لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۱۵

تم ہے رات کی جب وہ چھا جاتی ہے اور دن کی جب وہ روشن ہوتا ہے اور اس ذات کی جس نے پیدا کیا نر اور مادہ کو بلاشبہ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى ۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطَى وَاتَّقَى ۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۶ فَسَنِيْسِرُهُ لِيْسِرِي ۷ وَامَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۹ فَسَنِيْسِرُهُ لِيْسِرِي ۱۰ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ اِذَا تَرَدَّى ۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى ۱۲ وَاِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْاَوَّلَى ۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى ۱۴ لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۱۵

آسان (راستے) کی اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا اور اس نے جھٹلایا نیک بات کو تو یقیناً ہم آسان کر دیں گے اس کیلئے تنگی کا (راست) اور نہیں فائدہ دے گا اس کو اس کا مال جب وہ (جہنم میں) گرے گا بلاشبہ ہمارے ہی ذمے ہے ہدایت دینا اور بلاشبہ ہمارے ہی اختیار میں ہے آخرت اور دنیا پس ڈرا دیا ہے میں نے تمہیں ایسی آگ سے جو بھڑک رہی ہے تمہیں داخل ہوگا اس میں مگر بڑا بد بخت ہی

الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۱۵ وَسَيَجْزِيْهَا الْاَتْقَى ۱۶ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۱۷

وہ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی اور ضرور دور رکھا جائے گا اس سے بڑا پرہیزگار وہ جو دیتا ہے اپنا مال (تاکہ) وہ پاک ہو

وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَكَ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ

اور نہیں ہے کسی کا بھی اس کے ہاں کوئی احسان کہ وہ (اسکا) بدلہ دیا جا رہا ہو ○ مگر صرف چاہنے کے لیے رضامندی

رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝۶۰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝۶۱

اپنے رب برتر کی ○ اور یقیناً عنقریب وہ (اللہ) راضی ہو جائے گا ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے زمانے کی قسم ہے جس میں بندوں کے احوال کے تفاوت کے مطابق ان کے افعال واقع ہوتے ہیں۔ فرمایا: ﴿وَأَيُّلَ إِذَا يَغْشَىٰ﴾ ”رات کی قسم! جب وہ چھا جائے۔“ یعنی جب تمام مخلوق کو اپنی تاریکی سے ڈھانپ لے۔ ﴿وَاللَّهْمَّ إِذَا تَجَلَّىٰ﴾ اور دن کی جب وہ مخلوق کے لیے خوب ظاہر ہو جائے اور مخلوق اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اپنے اپنے کاموں میں پھیل جائے۔ ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ﴾ یہاں اگر ما موصولہ ہے تو یہ قسم خود اللہ تعالیٰ کے نفس مقدس کی قسم ہے جو مرد اور عورت کا خالق ہونے سے موصوف ہے اور اگر ما مصدریہ ہے تو یہ مرد اور عورت کی تخلیق کی قسم ہے۔ اس میں اس کی حکمت کا کمال یہ ہے کہ اس نے حیوانات کی تمام اصناف میں جن کو باقی رکھنے کا ارادہ کرتا ہے نر اور مادہ پیدا کیا ہے تاکہ ان کی نوع باقی رہے اور وہ معدوم نہ ہو جائے اور شہوت کے سلسلے کے ذریعے سے دونوں کو ایک دوسرے کی طرف متوجہ کیا اور دونوں کو ایک دوسرے کے لیے مناسب بنایا۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔

﴿إِنْ سَعَيْكُمْ لَشَيْءٌ﴾ اور یہی وہ چیز ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے، یعنی اے مکلفو! تمہاری کوششوں میں بہت تفاوت ہے۔ یہ تفاوت نفس اعمال ان کی مقدار اور ان میں نشاط میں تفاوت کی بنا پر ہے اور یہ تفاوت ان اعمال کی غایت مقصود کے مطابق ہے کہ آیا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے جو بلند اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے تو اس کی بقا کے ساتھ یہ عمل بھی باقی رہے گا اور صاحب عمل اس سے منتفع ہوگا؟ یا یہ عمل کسی زائل ہونے والے فانی غایت مقصود کے لیے ہے کہ اس کے بطلان کے ساتھ اس کی کوشش باطل اور اس کے اضمحلال کے ساتھ مضحکہ ہو جائے گی؟ ہر وہ عمل جس میں اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اسی وصف سے موصوف ہوتا ہے۔

بنابر اس اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے والوں کو فضیلت دی اور ان کے اعمال کا وصف بیان فرمایا: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ﴾ ”تو جس نے (اللہ کے راستے میں) مال دیا۔“ یعنی اسے جن مالی عبادات کا حکم دیا گیا تھا مثلاً: زکوٰۃ، نفقات، کفارات، صدقات اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا اور بدنی عبادات مثلاً: نماز، روزہ وغیرہ اور وہ عبادات جو مالی اور بدنی عبادات کی مرکب ہیں مثلاً: حج اور عمرہ وغیرہ انھیں ادا کیا۔ ﴿وَأَقْبَىٰ﴾ اور وہ ان امور محرمہ اور مختلف قسم کے گناہوں سے بچتا رہا جن سے اسے روکا گیا تھا۔ ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ﴾ ”اور اس نے نیک بات کی تصدیق کی۔“ یعنی اس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور ان عقائد دینیہ اور ان پر مرتب ہونے والی جزا کی تصدیق کی جو

اس لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تائید کرتے ہیں ﴿فَسَيَسْأَلُهُ لَيْسُرَى﴾ تو ہم اس کے لیے اس کے کام کو آسان کر دیتے ہیں اور اس کے لیے ہر بھلائی پر عمل کرنا اور ہر برائی کو ترک کرنا سہل اور آسان بنا دیتے ہیں، کیونکہ اس نے آسانی کے اسباب اختیار کیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے آسان کر دیا۔

﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ﴾ اور جس نے ان امور کے بارے میں بخل سے کام لیا جن کا اسے حکم دیا گیا، اتفاق واجب و مستحب کو ترک کر دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا تھا اس کا نفس اسے ادا کرنے پر راضی نہ ہوا ﴿وَأَسْتَغْفِي﴾ اور اللہ تعالیٰ سے بے نیاز بنا رہا اور نافرمانی سے اس کی عبودیت کو ترک کر دیا، نیز اس نے یہ نہ دیکھا کہ اس کا نفس غایت حد تک اپنے رب کا محتاج ہے جس کے لیے کوئی نجات ہے نہ کوئی فوز و فلاح، سوائے اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا محبوب و معبود ہو جس کا وہ قصد کرے اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ ﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى﴾ اور اس نے نیک بات کی تکذیب کی۔ “یعنی ان عقائد حسنہ کو جھٹلایا جن کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب کی تھی ﴿فَسَيَسْأَلُهُ لَعُسْرَى﴾” تو ہم اس کے لیے (گناہ کے) مشکل کام آسان کر دیتے ہیں۔ “یعنی حالت عسرت اور خصائل مذمومہ کے لیے اس سبب سے کہ برائی جہاں کہیں بھی ہوگی اس کے لیے آسان کر دی جائے گی اور نافرمانی کے افعال اس کے لیے مقدر کر دیے جائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ﴾ جس مال نے اسے سرکش بنایا تھا جس کی بنا پر وہ (اللہ تعالیٰ سے) بے نیاز بنا رہا اور اس میں بخل کرتا رہا اس کے کچھ کام نہ آئے گا، یعنی جب وہ ہلاک ہوگا اور اسے موت آئے گی تو نیک عمل کے سوا کوئی چیز انسان کے ساتھ نہیں جائے گی۔ رہا اس کا وہ مال جس میں اس نے زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کی تو یہ مال اس کے لیے وبال بن جائے گا، کیونکہ اس نے اس مال میں سے اپنی آخرت کے لیے کچھ آگے نہیں بھیجا۔ ﴿إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى﴾ بے شک ہمارے ذمے تو راہ دکھانا ہے۔ “یعنی وہ ہدایت جس کا راستہ سیدھا ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا اور اس کی رضا کے قریب کرتا ہے۔ رہی گمراہی تو اس کے تمام راستے اللہ تک پہنچنے کے لیے مسدود ہیں۔ گمراہی کے راستے ان پر چلنے والے کو صرف سخت عذاب ہی میں پہنچاتے ہیں۔ ﴿وَإِنَّ لَنَا لِلْآخِرَةِ وَالْأُولَى﴾ یعنی آخرت اور دنیا ہماری ملکیت اور ہمارے تصرف میں ہے اور اس بارے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس کی طلب کی طرف راغب ہوں اور مخلوق سے ان کی تمام امیدیں منقطع ہوں۔ ﴿فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى﴾ میں نے تمہیں بھڑکتی ہوئی اور جلتی ہوئی آگ سے ڈرایا ہے ﴿لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْاَشَقَى﴾ الَّذِي كَذَّبَ ﴿اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا بد بخت ہے اور جس نے رسول کی خبر کو جھٹلایا ﴿وَتَوَلَّى﴾ اور حکم سے منہ موڑا۔

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ﴿اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہوگا جو پاکی حاصل کرنے کے لیے اپنا مال دیتا ہے۔ “یعنی اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے نفس کا

تزکیہ اور گناہوں اور عیوب سے اس کی تطہیر ہو۔ ہم اسے بچالیں گے۔ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جب انفاق مستحب ترک واجب، مثلاً: قرض اور نفقہ واجبہ کی عدم ادائیگی وغیرہ کو متضمن ہو تو یہ غیر مشروع ہے بلکہ بہت سے اہل علم کے نزدیک یہ عطیہ لوٹایا جائے گا، کیونکہ وہ ایک مستحب فعل کے ذریعے سے اپنے نفس کا تزکیہ کر رہا ہے اور اس پر واجب فوت ہو رہا ہے۔

﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى﴾ یعنی اس متقی پر مخلوق میں سے کسی کا کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو اس نے اس نعمت کا بدلہ اتار دیا ہے۔ بسا اوقات لوگوں پر اس کا فضل و احسان باقی رہ جاتا ہے۔ پس وہ بندے پر اللہ کے لیے مخلصانہ ہمدردی و خیر خواہی کرتا ہے، کیونکہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کے احسان ہی کے زیر بار ہے۔ رہا وہ شخص جس پر لوگوں کا احسان باقی ہے اور اس نے اس کا بدلہ نہیں دیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کے لیے چھوڑ دیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ ان کی خاطر کوئی ایسا فعل سرانجام دے گا جو اس کے اخلاص میں نقص ڈالے گا۔

آیت کریمہ کا مصداق اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سبب ہی سے نازل ہوئی۔ ان پر مخلوق میں سے کسی کا بھی کوئی احسان نہیں تھا کہ جس کا اسے بدلہ دیا جا رہا ہو حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا بھی آپ پر کوئی (دنیاوی) احسان نہ تھا۔ البتہ بحیثیت رسول احسان تھا جس کا بدلہ اتارنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور یہ ہے دین اسلام کی طرف دعوت دینے کا احسان ہدایت اور دین حق کی تعلیم، کیونکہ ہر شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے زیر احسان ہے۔ یہ ایسا احسان ہے جس کا بدلہ دیا جاسکتا ہے نہ مقابلہ کیا جاسکتا ہے، تاہم جو بھی ان اوصافِ فاضلہ سے متصف ہوگا اس کا مصداق ٹھہرے گا۔

پس تمام مخلوق میں سے کسی کا کوئی احسان اس کے ذمے باقی نہ رہا جس کا بدلہ دیا جائے، لہذا اس کے تمام اعمال خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اس لیے فرمایا: ﴿إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى﴾ ۱۰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿۱۱﴾ وہ صرف اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔ یہ متقی مختلف انواع کے اکرام و تکریم اور ثواب پر راضی ہوگا جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔

نَفْسِ سُورَةِ الصُّحُفِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرعی) ہونہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الصُّحُفِ
(۱۱۱) مَكِّيَّةٌ

الْأَنْفَاقُ
۱۱

وَالصُّحُفِ ۱) وَآكِلٍ إِذَا سَجَى ۲) مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۳) وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ

تم بہن چڑھ کی ۱ اور رات کی جب وہ چھا جائے ۲ نہیں چھوڑا آ پکڑا پکڑ ب نے اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا ۳ اور یقیناً آخرت بہت بہتر ہے

لَكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۴) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۵) أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا

آپ کیلئے دنیا سے ۴ اور البتہ عنقریب عطا کرے گا آپکے پکار ب کہ آپ راضی ہو جائیں گے ۵ کیا نہیں پایا اس نے آپ کو یتیم

فَاُولٰٓئِكَ ۖ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۚ وَوَجَدَكَ عَالِيًا فَاَغْنٰى ۙ ۙ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ

پس اس نے جگہ دی ۝ اور اس نے پایا آپ کو گم کردہ راہ پس اس نے ہدایت دی ۝ اور اس نے پایا آپ کو تنگ دست پس اس نے فنی کر دیا ۝ پس لیکن یتیم

فَلَا تَقْهَرْ ۙ ۙ وَامَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۙ ۙ وَامَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۙ ۙ

تو نہ سختی کیجئے اس پر ۝ اور لیکن سائل کو نہ جھڑکیے (اے) ۝ اور لیکن نعمت اپنے رب کی پس بیان کیجئے (اے) ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے اپنی عنایت پر دن کی قسم کھائی ہے جب چاشت کے وقت اس کی روشنی پھیل جائے اور رات کی قسم کھائی ہے جب وہ ٹھہر جائے اور اس کی تاریکی چھا جائے اور فرمایا: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ﴾ یعنی جب سے آپ پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اس نے آپ کو نہیں چھوڑا اور جب سے اس نے آپ کی نشوونما کی اور آپ پر مہربانی کی اس نے آپ پر توجہ اور عنایت کو ترک نہیں کیا بلکہ وہ آپ کی کامل ترین طریقے سے تربیت کرتا رہتا ہے اور درجہ بدرجہ آپ کو بلندی عطا کرتا رہتا ہے۔ ﴿وَمَا قَلِيَ﴾ اور وہ آپ سے بیزار نہیں ہوا۔ یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت کی ہے وہ آپ سے ناراض نہیں ہوا، کیونکہ ضد کی نفی اس کی ضد کے ثبوت کی دلیل ہے۔ محض نفی جب تک کہ وہ ثبوت کمال کی متضمن نہ ہو مدح نہیں ہوتی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ماضی کا حال ہے، جبکہ موجودہ حالت اللہ تعالیٰ کی آپ کے ساتھ محبت اس میں استمرار کمال کے درجات میں آپ کی ترقی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی دائمی عنایت کے لحاظ سے کامل ترین حال ہے۔

رہا مستقبل میں آپ کا حال تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولٰٓئِ﴾ یعنی آپ کے احوال میں سے ہر متاخر حال کو سابقہ احوال پر فضیلت حاصل ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ درجات عالیہ پر ترقی کرتے رہے اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمکین عطا کرتا رہا آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کو فتح و نصرت سے بہرہ مند کرتا رہا اور آپ کے احوال کو درست کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ آپ فضائل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سرور کے ایسے حال پر پہنچ گئے جہاں اولین و آخرین نہیں پہنچ سکے۔ پھر اس کے بعد آخرت میں آپ کے حال سے متعلق اکرام و تکریم اور انواع و اقسام کے انعامات کی تفصیلات کے بارے میں مت پوچھیے اس لیے فرمایا: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اور وہ عنقریب آپ کو وہ کچھ عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی اس جامع عبارت کے بغیر تعبیر ممکن ہی نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ان خاص احوال کے ذریعے سے جنہیں وہ جانتا ہے آپ پر اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوٰى﴾ یعنی آپ کو اس طرح پایا کہ آپ کی ماں بھی نہ باپ بلکہ آپ کے ماں باپ اس وقت وفات پا گئے جب کہ آپ اپنی دیکھ بھال خود نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی پھر آپ کے دادا بھی وفات پا گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی یہاں تک کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت اور اہل ایمان کے ذریعے سے آپ کی مدد فرمائی۔

﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ پس اس نے آپ کو وہ علم عطا کیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ کو بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی توفیق بخشی۔ ﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا﴾ یعنی آپ کو محتاج پایا ﴿فَأَغْنَى﴾ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہروں کی فتوحات کے ذریعے سے جہاں سے آپ کے لیے مال اور خراج آیا غنی کر دیا۔ جس ہستی نے آپ کی یہ کمی دور کی ہے وہ عنقریب آپ کی ہر کمی کو دور کر دے گی اور وہ ہستی جس نے آپ کو تو نگری تک پہنچایا آپ کو پناہ دی آپ کو نصرت عطا کی اور آپ کو راہ راست سے نوازا اس کی نعمت پر شکر ادا کیجیے۔

اس لیے فرمایا: ﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ یعنی یتیم کے ساتھ برا معاملہ نہ کیجیے آپ اس پر تنگ دل ہوں نہ آپ اسے جھڑکیں بلکہ اس کا اکرام کریں جو کچھ میسر ہے آپ اسے عطا کریں اور آپ اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد سے کیا جائے۔ ﴿وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ یعنی آپ کی طرف سے سائل کے لیے کوئی ایسی بات یعنی ڈانٹ اور ترش روئی وغیرہ صادر نہ ہو جو سائل کو اس کے مطلوب سے روک دے کی مقتضی ہو بلکہ آپ کے پاس جو کچھ میسر ہے اسے عطا کر دیجیے یا اسے معروف اور بھلے طریقے سے لوٹا دیجیے۔

اس میں مال کا سوال کرنے والا اور علم کا سوال کرنے والا دونوں داخل ہیں بنابرین معلم متعلم کے ساتھ حسن سلوک، اکرام و تکریم اور شفقت و مہربانی سے پیش آنے پر مامور ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں اس کے مقصد میں اس کی اعانت اور اس شخص کے لیے اکرام و تکریم ہے جو قوم و ملک کو نفع پہنچانے کے لیے کوشاں ہے۔ فرمایا: ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ﴾ ”اور اپنے رب کی نعمتوں کو۔“ اس میں دینی اور دنیاوی دونوں نعمتیں شامل ہیں ﴿فَحَدِّثْ﴾ ”بیان کرتا رہ۔“ یعنی ان نعمتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کیجیے اور اگر کوئی مصلحت ہو تو ان کا خاص طور پر ذکر کیجیے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا علی الاطلاق ذکر کیجیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر اس پر شکر گزاری کا موجب اور دلوں میں اس ہستی کی محبت کا موجب ہے جس نے نعمت عطا کی، کیونکہ محسن کے ساتھ محبت کرنا دلوں کی فطرت ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْإِنْشِلَاحِ

الْإِنْشِلَاحُ ۸
رُكُوعُهُ ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْإِنْشِلَاحِ
(۱۲۹) مَكِّيَّةٌ (۱۲۹)

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۖ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۖ ۱
الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۖ ۲

کیا نہیں کھول دیا ہم نے آپ کیلئے آپکا سینہ؟ ۱ اور ہم نے اتار دیا آپ سے آپکا بوجھ؟ ۲ وہ جس نے توڑ دی تھی آپکی کمر

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٦﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٧﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٨﴾ فَإِذَا

اور ہم نے بلند کر دیا آپ کیلئے آپ کا ذکر ﴿٦﴾ پس یقیناً (ہر) تنگی کے ساتھ آسانی ہے ﴿٧﴾ بلاشبہ (ہر) تنگی کے ساتھ آسانی ہے ﴿٨﴾ پس جب

فَرَحْتَ فَأَنْصَبْ ﴿٩﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿١٠﴾

آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کیجئے ﴿٩﴾ اور اپنے رب کی طرف پس رغبت کیجئے ﴿١٠﴾

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ یعنی شرائع دین اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، مکارم اخلاق سے متصف ہونے، آخرت کو مد نظر رکھنے اور نیکیوں کی تسہیل کے لیے کیا ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ نہیں کر دیا؟ پس (آپ کا سینہ) تنگ اور گھٹا ہوا نہیں تھا کہ آپ کسی بھلائی پر عمل نہ کرتے اور نہ ایسا تھا کہ آپ اس کو انبساط کی حالت میں بہت کم پاتے۔

﴿وَوَضَعْنَا عَنكَ وَزْرَكَ﴾ یعنی ہم نے آپ سے آپ کے گناہ کا بوجھ اتار دیا ﴿الَّذِي أَنْقَضَ﴾ جس نے توڑ رکھا تھا، یعنی بوجھل کیا ہوا تھا ﴿ظَهْرَكَ﴾ ”آپ کی کمر کو“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (الفتح: ۴۸: ۲۱) ”تا کہ جو گناہ آپ سے پہلے سرزد ہوئے اور جو پیچھے سرزد ہوئے ان سب کو اللہ بخش دے۔“

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ یعنی ہم نے آپ کی قدر و منزلت بلند کی، ہم نے آپ کو شائے حسن اور ذکر بلند سے سرفراز کیا جہاں آج تک مخلوق میں سے کوئی ہستی نہیں پہنچ سکی۔ پس جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے مثلاً: اسلام میں داخل ہوتے وقت اذان اور اقامت کے اندر خطبوں اور دیگر امور میں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے۔ امت کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کے لیے جو محبت، تعظیم اور اجلال ہے وہ کسی اور کے لیے نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی امت کی طرف سے افضل ترین جزائے خیر عطا کرے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٧﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ”بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔“ ایک عظیم الشان خوشخبری ہے کہ جب بھی کوئی تنگی اور سختی پائی جائے گی تو اس کے ساتھ ساتھ آسانی بھی ہوگی حتیٰ کہ اگر تنگی گوہ کے بل میں داخل ہو جائے تو آسانی اس کے ساتھ داخل ہوگی اور اسے باہر نکال لائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ (الطلاق: ۷/۶۵) ”عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے ساتھ کشائش عطا کرے گا۔“ اور جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تکلیف کے ساتھ کشادگی ہوتی ہے اور تنگی کی معیت میں کشائش ہے۔“ ﴿١﴾

دونوں آیات کریمہ میں اَلْعُسْرُ کو معرفہ استعمال کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ واحد ہے اور اَلْيُسْرُ کو نکرہ استعمال کرنا اس کے تکرار پر دلالت کرتا ہے۔ پس ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آئے گی۔ الف لام کے ساتھ معرفہ بنانے میں جو کہ استغراق اور عموم پر دلالت کرتا ہے دلیل ہے کہ ہر تنگی خواہ وہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے اس کے آخر میں آسانی کا آنا لازم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اور آپ کے اتباع میں تمام اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ اس کا شکر ادا کریں اور اس کی نعمتوں کے واجبات کو قائم کریں چنانچہ فرمایا: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ﴾ یعنی جب آپ اپنے اشغال سے فراغت حاصل کریں اور آپ کے قلب میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہ جائے جو اسے (ذکر الہی سے) روکتی ہو تب آپ عبادت اور دعا میں جد و جہد کیجیے۔ ﴿وَالِی رَبَّكَ﴾ اور اپنے اکیلے رب کی طرف ﴿فَارْغَبْ﴾ ”پس متوجہ ہو جائیں“ یعنی اپنی پکار کے جواب اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے اپنی رغبت بڑھائیے۔ آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو فارغ ہوتے ہیں تو کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتے ہیں اپنے رب اور اس کے ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جائیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے معنی ہیں کہ جب آپ نماز پڑھ کر اس سے فارغ ہوں تو دعائیں محنت کیجیے اور اپنے مطالب کے سوال کرنے میں اپنے رب کی طرف رغبت کیجیے۔ اس قول کے قائلین اس آیت کریمہ سے فرض نمازوں کے بعد دعا اور ذکر وغیرہ کی مشروعیت پر استدلال کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تَفْسِیْرُ سُورَةِ التِّیْنِ

ابوابھا ۸
رُکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللہ کے نام سے (شرعاً) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ التِّیْنِ
(۱۵۵) مَكِّيَّةٌ (۱۲۸)

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُونِ ۝ وَطُورِ سِیْنِیْنِ ۝ وَهَذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنِ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُونٍ ۝ فَبَا یُکَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّیْنِ ۝ اَلِیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ۝

وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک تو ان کے لیے اجر ہے غیر منقطع ○ پس کون سی چیز

تجھے جھٹلانے (پر آمادہ) کرتی ہے (اے انسان!) اس کے بعد جزا کو؟ ○ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم؟ ○

﴿التِّیْنِ﴾ انجیر کا معروف درخت اور اسی طرح ﴿الزَّیْتُونِ﴾ زیتون بھی ایک معروف درخت ہے۔ اللہ

تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں کی قسم ان کے اور ان کے پھل کے کثیر الفوائد ہونے کی بنا پر کھائی ہے نیز اس بنا پر قسم کھائی ہے کہ ان دونوں درختوں کی ارض شام (فلسطین) میں جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نبوت کا محل و مقام ہے کثرت ہے۔ ﴿وَطُورِ سَيْنِينَ﴾ ”طور سینا کی قسم!“ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مقام ہے۔ ﴿وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾ ”اور اس امن والے شہر کی۔“ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جو رسول مصطفیٰ محمد ﷺ کی نبوت کا محل و مقام ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مقامات مقدسہ کی قسم کھائی جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور جہاں تمام انبیاء میں سب سے زیادہ شرف و فضیلت کے حامل نبی مبعوث ہوئے۔

اور جس امر پر قسم کھائی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ ”ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔“ یعنی کامل تخلیق متناسب اعضا اور بلند قامت کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ ظاہر اور باطن میں جس چیز کا محتاج ہے اس سے محروم نہیں۔ ان عظیم نعمتوں کے باوجود جن کا شکر کیا جانا چاہیے اکثر مخلوق منعم کے شکر سے منحرف اور لہو و لعب میں مشغول ہے۔ لوگ اپنے لیے پست ترین معاملے اور ردی اخلاق پر راضی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو پست سے پست مقام کی طرف لوٹا دیا، یعنی جہنم کا سب سے نچلا حصہ جو اپنے رب کی نافرمانی کرنے والے سرکشوں کا مقام ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان، عمل صالح اور اخلاق فاضلہ سے نوازا۔ ﴿فَلَهُمْ﴾ پس ان کے لیے ان اعمال کی وجہ سے بلند منازل ہیں اور ﴿أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ منقطع نہ ہونے والا اجر ہے بلکہ ان کے لیے وافر لذتیں متواتر فرحتیں اور بکثرت نعمتیں اتنے عرصے تک حاصل ہوں گی جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وہ ایسی نعمتوں (بھری جنت) میں رہیں گے جو کبھی نہیں بدلے گی جس کے پھل اور سائے دائمی ہوں گے۔

﴿فَمَا يَكْذِبُكَ بَعْدَ بِالْذِّينِ﴾ پس اے انسان! کون سی چیز اس کے بعد تجھے اعمال کی جزا و سزا کے جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے حالانکہ تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیوں کو دیکھ چکا ہے جن سے تجھے یقین حاصل ہو سکتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ چکا ہے جو تجھ پر واجب ٹھہراتی ہیں کہ تو ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرے جس کی اس نے تجھے خبر دی ہے۔ ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ﴾ ”کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟“ کیا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ مخلوق کو بے کار اور مہمل چھوڑ دیا جائے ان کو حکم دیا جائے نہ کسی چیز سے روکا جائے ان کو ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے؟ یا وہ جس نے بنی نوع انسان کو کئی مراحل میں پیدا کیا، ان کو اتنی نعمتوں، بھلائیوں اور احسانات سے نوازا جن کو وہ شمار نہیں کر سکتے، بہترین طریقے سے ان کی پرورش کی، ضرور ان کو اس گھر کی طرف لوٹائے گا جو ان کا ٹھکانا اور ان کی غایت و انتہا ہے جس کا وہ قصد کرتے ہیں اور جس کی طرف وہ ارادہ رکھتے ہیں۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْعَلَقِ

اِيَاتِهَا ۱۹
رُكُوعُهَا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْعَلَقِ
(۱۹) مَكِّيَّةٌ (۱)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝۳

پڑھیے اپنے رب کے نام سے وہ جس نے پیدا کیا ۱۰ اس نے پیدا کیا انسان کو جیسے ہوئے خون سے ۲ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے ۳

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ

وہ ذات جس نے (علم) سکھایا قلم کے ذریعے سے ۴ اس نے سکھایا انسان کو جو کچھ نہیں جانتا تھا وہ ۵ یقیناً! بلاشبہ انسان

لَيَطْفَى ۝۶ أَنْ رَأَاهُ اسْتَعْغَى ۝۷ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَى ۝۸ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝۹

البتہ سرکشی کرتا ہے ۶ اس لیے کہ وہ دیکھتا ہے اپنے آپ کو بڑے پروا ۷ بلاشبہ آپ کے رب ہی کی طرف واپسی ہے ۸ بھلا بتلا تو کسی وہ شخص جو روکتا ہے ۹

عَبْدًا إِذَا صَلَّى ۝۱۰ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ۝۱۱ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۝۱۲ أَرَأَيْتَ

ایک بندے (محمد ﷺ) کو جب وہ نماز پڑھتا ہے ۱۰ بھلا بتلا تو اگر ہووہ (نمازی) ہدایت پر ۱۱ یا وہ حکم دیتا ہو پرہیزگاری کا ۱۲ بھلا بتلا تو!

إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝۱۳ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۝۱۴ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا

اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ۱۳ کیا نہیں جانتا اس نے یہ کہ بلاشبہ اللہ (اسے) کو دیکھ رہا ہے ۱۴ ہرگز نہیں! البتہ اگر نہ رکاوہ ضرور تھمیں گے ہم (اسکو)

بِالنَّاصِيَةِ ۝۱۵ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝۱۶ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝۱۷ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝۱۸

پیشانی کے بالوں سے (پکڑ کر) ۱۵ پیشانی جھوٹی خطا کار ۱۶ پس چاہئے کہ وہ بلا لے لپٹا پٹی مجلس کو ۱۷ یقیناً ہم بھی بلا لیں گے عذاب کے فرشتوں کو ۱۸

كَلَّا لَا تَطَّعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝۱۹

ہرگز نہیں! نہ اطاعت کریں آپ اس کی اور تجھہ کیجئے اور قرب حاصل کیجئے ۱۹

رسول اللہ ﷺ پر نزول کے اعتبار سے یہ قرآن کی اولین سورت ہے، یہ نبوت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی، جب آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ پس جبریل علیہ السلام پیغام الہی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ پڑھیں مگر آپ نے عذر پیش کیا اور کہا ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔“ جبریل بار بار یہی بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ ”اپنے رب کا نام لے کر پڑھیں جس نے پیدا کیا۔“ یعنی جس نے عام مخلوق کو پیدا کیا، پھر انسان کو خاص کر کے اس کی تخلیق کی ابتدا کا ذکر کیا، فرمایا: ﴿مِنْ عَلَقٍ﴾ ”خون کے لوتھڑے سے (پیدا کیا۔)“ پس جس ہستی نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی تدبیر کی، لازم ہے کہ وہ امر و نہی کی بھی تدبیر کرے اور یہ کام وہ رسول بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے سرانجام دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پڑھنے کا حکم دے کر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔

﴿اِقْرَآ وَرَبُّكَ الْكَوْمُ﴾ ”پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔“ یعنی آپ کا رب بہت زیادہ اور وسیع صفات کا مالک بہت زیادہ کرم و احسان اور بے پایاں جود والا ہے۔ جس کا کرم یہ ہے کہ اس نے مختلف انواع کے علوم کے ذریعے سے تعلیم دی اور ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ ”قلم کے ذریعے سے سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔“ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماں کے پیٹ سے نکالا، وہ اس وقت کچھ نہیں جانتا تھا اس کو سماعت، بصارت اور عقل سے بہرہ ور کیا اس کے لیے حصول علم کے تمام اسباب آسان کیے اسے قرآن کی تعلیم دی، حکمت سکھائی اور قلم کے ساتھ علم عطا کیا جس کے ذریعے سے تمام علوم کو محفوظ اور حقوق کو ضبط کیا جاتا ہے اور وہ لوگوں کے لیے ایسا اپٹلی ہوتا ہے جو ان کے لیے بالمشافہ خطاب کا قائم مقام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا احسان ہے جس نے اپنے بندوں کو ان نعمتوں سے نوازا جن کی وہ جزا دینے پر قادر ہیں نہ شکر ادا کرنے پر پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں تو تگری اور کشاکش رزق سے نوازا مگر انسان نے اپنے ظلم و جہالت کی بنا پر جب اپنے آپ کو غنی دیکھا تو سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا ہدایت کے مقابلے میں تکبر کیا اور بھول بیٹھا کہ اسے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے اور جزا سے نہ ڈرا بلکہ وہ اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ خود بھی ہدایت کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی ہدایت چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے۔ پس وہ نماز پڑھنے سے روکتا ہے جو اعمال ایمان میں سب سے افضل عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس متکبر اور سرکش سے فرماتا ہے: ﴿ارْءَيْتَ﴾ بندہ جب نماز پڑھے اس کو نماز پڑھنے سے روکنے والے! مجھے بتا۔ ﴿إِنْ كَانِ﴾ بھلا نماز پڑھنے والا بندہ ﴿عَلَىٰ الْهَدَىٰ﴾ اگر حق کا علم رکھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ہو ﴿أَوْ أَمَرَ﴾ یا دوسروں کو حکم دیتا ہو ﴿بِالتَّقْوَىٰ﴾ ”تقویٰ کا“ کیا یہ اچھی بات ہے کہ ایسے شخص کو روکا جائے جس کا یہ وصف ہے؟ کیا اس کو روکنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑی دشمنی اور حق کے خلاف جنگ نہیں؟ کیونکہ نبی کا رخ صرف اسی کی طرف ہوتا ہے جو فی نفسہ ہدایت پر نہیں ہوتا یا وہ دوسروں کو تقویٰ کے خلاف حکم دیتا ہے۔

﴿ارْءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ﴾ بھلا بتلاؤ! حق سے روکنے والے نے اگر جھٹلایا ہو ﴿وَتَوَلَّى﴾ اور حکم سے منہ موڑا ہو کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتا؟ ﴿أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ﴾ ”کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اسے دیکھتا ہے۔“ جو عمل وہ کرتا اور جو فعل وہ سرانجام دیتا ہے؟ اگر وہ اپنے حال پر ہمارا تو اس کو وعید سنائی، پس فرمایا: ﴿كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ﴾ جو کچھ وہ کہتا اور کرتا ہے اگر اس سے باز نہ آیا ﴿لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ﴾ تو ہم اس کی پیشانی کو بڑی سختی سے پکڑیں گے اور یہ اسی کی مستحق ہے، کیونکہ یہ ﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ پیشانی اپنے قول میں جھوٹی اور اپنے فعل میں خطا کا رہے۔

﴿فَلْيَنْصَحْ﴾ یعنی یہ شخص جس پر عذاب واجب ہو چکا ہے ﴿نَاصِيَةٍ﴾ اپنے اہل مجلس اپنے ساتھیوں اور ان

لوگوں کو بلا لے جو اس کے ارد گرد ہیں تاکہ وہ اس عذاب کے خلاف اس کی مدد کریں جو اس پر نازل ہوا ہے۔
﴿سَنُغْنِيكَ مِنَ الْكَفَايَةِ﴾ ہم بھی اس کو پکڑنے اور اس کو سزا دینے کے لیے جہنم کے داروغوں کو بلا لیں گے، پھر وہ دیکھے گا کہ کون سا فریق زیادہ طاقتور اور زیادہ قدرت والا ہے۔

یہ اس روکنے والی ہستی اور اس عقوبت کا حال ہے جس کی وعید سنائی گئی ہے۔ رہا اس شخص کا حال جس کو روکا گیا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس روکنے والے کی طرف دھیان ہی دے اور نہ اس کی نہی پر عمل ہی کرے چنانچہ فرمایا: **﴿كَلَّا لَا تَطْعَمُهُ﴾** ”دیکھ! اس کی اطاعت نہ کرنا۔“ یعنی وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں خسارہ ہوتا ہے **﴿وَأَسْجُدْ﴾** اور اپنے رب کے لیے سجدہ کیجیے **﴿وَاقْتَرِبْ﴾** سجدوں وغیرہ اور دیگر نیکیوں اور عبادات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیجیے، کیونکہ یہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتی ہیں۔ یہ ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو بھلائی سے روکتا ہے اور ہر اس امر کے لیے عام ہے جس سے روکا گیا ہے اگرچہ یہ آیات البوہل کے بارے میں اس وقت نازل ہوئیں جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا، آپ کو تعذیب دی اور اذیت پہنچائی۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْقَدْرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرعاً) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْقَدْرِ
(94) مَكِّيَّةٌ (72)

اِنْشَاءً
رَكْعَتَانِ

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝

بلاشبہ ہم نے نازل کیا اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں ۝ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے لیلۃ القدر؟ ۝ لیلۃ القدر

خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنْزِيلُ الْمَلٰٓئِكَةِ ۝ وَالرُّوْحُ فِيْهَا يٰٓاٰذِنُ رَبِّهِمْ

بہتر ہے ایک ہزار مہینوں سے ۝ نازل ہوتے ہیں فرشتے اور روح (جبریل) اس (رات) میں اپنے رب کے حکم سے

مِّنْ كُلِّ اَمْرِ ۝ سَلٰمٌ ۭ هِيَ ۭ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ہر کام کے لئے ۝ سلامتی (ی سلامتی) ہے وہ رات یہاں تک کہ طلوع ہو فجر ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کی فضیلت اور اس کی بلند قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: **﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي**

لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ”بے شک ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي**

لَيْلَةِ مُبَرَكَةٍ﴾ (الدخان: ۳/۴۴) ”بے شک ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے۔“ اس کا شب قدر میں

نازل کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نازل کرنے کی ابتدا رمضان المبارک میں اور شب قدر میں کی۔ شب

قدر کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عام رحمت فرمائی، بندے جس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اس کی عظیم

قدر و منزلت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی فضیلت کی بنا پر اس کو ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ کے نام سے موسوم کیا گیا، نیز اس لیے بھی اس کو ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ کہا گیا کہ سال بھر میں جو کچھ واقع ہوتا ہے، یعنی عمر رزق، دیگر تقدیر وغیرہ اس میں مقدر کر دی جاتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت شان اور عظمت مقدار بیان کی چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ ”اور تجھے کس نے خبر دی کہ شب قدر کیا ہے؟“ یعنی اس کی شان بہت جلیل اور اس کا رتبہ بہت عظیم ہے۔ آپ کو اس کا علم نہیں۔ ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ یعنی قدر کی رات فضیلت میں ایک ہزار مہینے کے برابر ہے۔ وہ عمل جو شب قدر میں واقع ہوتا ہے ایک ہزار مہینے میں جو شب قدر سے خالی ہوں واقع ہونے والے عمل سے بہتر ہے۔ یہ ان امور میں سے ہے جن پر خرد حیران اور عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ضعیف القوی امت کو ایسی رات سے نوازا جس کے اندر عمل ایک ہزار مہینوں کے عمل سے بڑھ کر ہے، یہ ایک ایسے معزز شخص کی عمر کے برابر ہے جسے اتنی سال سے زیادہ طویل عمر دی گئی ہو۔

﴿تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا﴾ یعنی فرشتے اور جبریل امین اس رات میں کثرت سے نازل ہوتے ہیں ﴿مِنْ كُلِّ أَمْرٍ﴾ ”ہر کام کے لیے“ (رات) سلامتی ہے۔ ”یعنی شب قدر ہر آفت اور ہر شر سے سلامت ہے اور اس کا سبب اس کی بھلائی کی کثرت ہے۔ ﴿حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ ”صبح کے طلوع ہونے تک۔“ یعنی اس رات کی ابتدا غروب آفتاب اور اس کی انتہا طلوع فجر ہے۔

اس رات کی فضیلت میں تو اتر سے احادیث وارد ہوئی ہیں، نیز یہ کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں خاص طور پر طاق راتوں میں واقع ہوتی ہے اور یہ رات ہر سال آتی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی، اسی لیے نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے تھے اور کثرت سے عبادت کرتے تھے، اس امید میں کہ شاید شب قدر مل جائے۔ واللہ اعلم

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْبَيِّنَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِنَّا هَآءِذَا
رُكُوْعَهَا ۱

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ
مَكِّيَّةٌ (۱۰۰)

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ

نہیں تھے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے اور مشرکین رکنے والے (کفر سے) یہاں تک کہ آئے ان کے پاس

الْبَيِّنَةُ ① رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا

واضح دلیل ① (یعنی) ایک رسول اللہ کی طرف سے وہ پڑھے صحیفے پاکیزہ ② ان (صحیفوں) میں احکام ہیں درست معتدل ③ اور نہیں

تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۖ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا

متفرق (مختلف) ہوئے وہ لوگ جو دیئے گئے کتاب (کبھی بھی) مگر بعد اسکے کہ آئی انکے پاس واضح دلیل ○ حالانکہ نہیں حکم دیئے گئے تھے وہ مگر

لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ

یہ کہ عبادت کریں وہ اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کیلئے بندگی کیسو ہو کر اور وہ قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہی ہے

دِينُ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ

دین سیدھی (ملت) کا ○ بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے اور مشرکین (وہ ہو گئے) آتش جہنم میں

خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں یہی لوگ ہیں بدترین خلائق ○ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے نیک

أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۖ جَزَاءُ لَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

یہی لوگ ہیں بہترین خلائق ○ جزا ان کی ان کے رب کے ہاں باغات ہیں بہشتی والے چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ لِمَنْ حَشِيَ رَبَّهُ ۚ

وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک راضی ہو اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے یہ (جزا) اس شخص کیلئے ہے جو ڈر گیا اپنے رب سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾ ”نہیں ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر

کیا اہل کتاب میں سے۔“ یعنی یہود و نصاریٰ میں سے ﴿وَالْمُشْرِكِينَ﴾ اور مشرکین اور دیگر قوموں کی تمام اصناف

میں سے ﴿مُنَافِقِينَ﴾ ”باز آنے والے۔“ یعنی یہ سب اپنے کفر اور ضلالت سے جدا نہیں ہوں گے وہ اپنی گمراہی

اور ضلالت میں بھٹکے رہیں گے اور مرد و اوقات ان کے کفر میں اضافہ ہی کرے گا۔ ﴿حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ یہاں

تک کہ ان کے پاس واضح دلیل اور نمایاں برہان آ جائے۔ پھر ﴿الْبَيِّنَةُ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ﴾ ”اللہ کے رسول۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو مبعوث کیا جو لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتا

ہے اس پر کتاب اتاری جس کی وہ تلاوت کرتا ہے تاکہ لوگوں کو داناتی سکھائے ان کو پاک کرے اور ان کو گمراہی

کے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اس لیے فرمایا: ﴿يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ ”وہ (رسول) پاک اوراق

پڑھتا ہے۔“ یعنی وہ شیطان کے قریب ہونے سے محفوظ ہیں اسے صرف پاک فرشتے ہی چھوتے ہیں؛ کیونکہ یہ

بلند ترین کلام ہے۔

اس لیے صحیفوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فِيهَا﴾ ان صحیفوں میں ﴿كُتِبَ قِيَمَةٌ﴾ سچی خبریں اور عدل پر مبنی

احکام ہیں جو حق اور راہ راست کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس یہ واضح دلیل آ جاتی ہے تب اس

وقت طالب حق اور وہ شخص جس کا مقصد طلب حق نہیں ہے دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔ پس جو کوئی ہلاک ہوتا ہے تو

دلیل سے ہلاک ہوتا ہے اور جو کوئی زندہ رہتا ہے تو دلیل سے زندہ رہتا ہے۔

اگر اہل کتاب اس رسول (ﷺ) پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی اطاعت نہیں کرتے تو یہ ان کی گمراہی اور عناد کی بنا پر کوئی انوکھی چیز نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے تفرقہ بازی اور باہم اختلاف کیا اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ﴿مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آ گئی جو اپنے ماننے والوں کے لیے اجتماع و اتفاق کی موجب ہے مگر ان کے بگاڑ اور ان کی خساست کی بنا پر ہدایت نے ان کی گمراہی میں اور بصیرت نے ان کے اندھے پن میں اضافے کے سوا کچھ نہیں کیا، حالانکہ تمام کتابیں ایک ہی اصل اور ایک ہی دین لے کر آئی ہیں۔ ان کو تمام شریعتوں میں حکم تو یہی ہوا تھا کہ عبادت کریں ﴿اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ ”اللہ کی اخلاص کے ساتھ اسکے لیے بندگی۔“ یعنی اپنی تمام ظاہری اور باطنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کی طلب کو مقصد بناتے ہوئے۔ ﴿حَقَّاءَ﴾ ”یکسو ہو کر۔“ یعنی دین تو حید کے مخالف تمام ادیان سے منہ موڑ کر ﴿وَيَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ ”اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔“ اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو ان کے فضل و شرف کی بنا پر خاص طور پر ذکر کیا، حالانکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ میں داخل ہیں نیز اس لیے بھی انھیں الگ ذکر کیا کہ یہ دونوں ایسی عبادتیں ہیں کہ جس نے ان کو قائم کیا اس نے دین کی تمام شرائع کو قائم کیا ﴿وَذَلِكَ﴾ ”اور یہ۔“ یعنی تو حید اور اخلاص فی الدین دونوں ﴿دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ دین مستقیم ہیں جو نعمتوں بھری جنت میں پہنچاتا ہے اور اس کے سوا دیگر ادیان ایسے راستے ہیں جو جہنم میں لے جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کافروں کے پاس واضح دلیل آ جانے کے بعد ان کی جزا کیا ہوگی چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ﴾ ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے۔“ اس کا عذاب ان کا احاطہ کر لے گا اور اس کی عقوبت ان پر بہت شدت اختیار کر لے گی۔ ﴿خَالِدِينَ فِيهَا﴾ یہ عذاب ان سے کبھی منقطع نہیں ہوگا اور وہ جہنم کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس رہیں گے ﴿أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ ”یہ لوگ مخلوق میں سے بدتر ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچان کر اس کو ترک کر دیا اور یوں دنیا و آخرت میں انھوں نے نقصان اٹھایا۔“

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔“ کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کی معرفت حاصل کی اور وہ دنیا و آخرت کی نعمتوں سے فوریاب ہوئے۔

﴿جَزَاءُؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ﴾ ”ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ کے باغات ہیں۔“ یعنی دائمی اقامت کے لیے جنتیں جہاں سے کبھی کوچ ہوگا نہ رواگی اور نہ ان جنتوں سے اوپر کسی اور چیز کی طلب رہے گی۔ ﴿تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے پس اللہ تعالیٰ ان سے اس سبب سے راضی ہوا کہ انھوں نے اس کی مرضی کو پورا کیا اور وہ اللہ تعالیٰ پر

راضی ہوئے کہ اس نے ان کے لیے مختلف انواع کی تکریمات تیار کیں۔

﴿ذٰلِكَ﴾ یہ جزائے حسن ﴿لِمَنْ حَسَنَى رَبُّهُ﴾ اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانیوں سے باز رہتا ہے اور ان امور کو قائم کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیے ہیں۔

تَفْسِیْرُ سُورَةِ الزَّلْزَلَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

آیت ۸
رُكُوْعَاتُهَا ۱

سُورَةُ الزَّلْزَلَةِ
(۹۹) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۳)

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَنْفَالَهَا ۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ

جب ہلائی جائے گی زمین خوب زور سے ہلایا جانا ۱ اور باہر نکال دے گی زمین اپنے بوجھ ۲ اور کہے گا انسان

مَا لَهَا ۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۴ يَاۤنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۵ يَوْمَئِذٍ يُصْدِرُ النَّاسُ

کیا ہوا اسکو؟ ۳ اس دن بیان کرے گی وہ اپنی خبریں ۴ اس لیے کہ بلاشبہ آپ کا رب وحی (علم) کرے گا اسکو اس دن لوٹیں گے لوگ

اَشْتَاتًا ۶ لَّيِّرُوْا اَعْمَالَهُمْ ۷ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۸

متفرق (الگ الگ) ہو کر تا کہ دکھائے جائیں وہ اپنے اعمال ۷ پس جو کوئی کرے گا ذرہ برابر بھلائی تو وہ دیکھ لے گا اس کو ۸

وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ ۹

اور جو کوئی کرے گا ذرہ برابر بُرائی تو وہ بھی دیکھ لے گا اس کو ۹

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان واقعات کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جو قیامت کے دن وقوع میں آئیں گے، نیز یہ کہ زمین میں زلزلہ آئے گا وہ ہلادی جائے گی اور وہ کانپ اٹھے گی، یہاں تک کہ اس پر موجود تمام عمارتیں اور تمام نشانات گر کر معدوم ہو جائیں گے۔ اس کے تمام پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے زمین ہموار اور چٹیل میدان بن جائے گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا۔ ﴿وَآخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَنْفَالَهَا﴾ اور زمین اپنے بوجھ نکال ڈالے گی۔ یعنی زمین کے پیٹ میں جو خزانے اور مردے ہوں گے وہ انھیں نکال باہر کرے گی۔ ﴿وَقَالَ الْاِنْسَانُ﴾ جب انسان اس عظیم واقعے کو دیکھے گا جو زمین کو پیش آئے گا تو کہے گا: ﴿مَا لَهَا﴾ یعنی اسے کیا حادثہ پیش آ گیا؟

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ﴾ اس دن زمین بیان کرے گی ﴿اَخْبَارَهَا﴾ اپنی خبریں۔ یعنی عمل کرنے والوں کے اچھے برے اعمال کی گواہی دے گی جو انھوں نے اس کی پیٹھ پر کیے ہیں، کیونکہ زمین بھی ان گواہوں میں شمار ہوگی جو بندوں کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ یہ سب اس لیے ہوگا ﴿يَاۤنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا﴾ کہ اللہ تعالیٰ اس کو حکم دے گا کہ وہ ان تمام اعمال کے بارے میں خبر دے جو اس کی سطح پر کیے گئے ہیں۔ پس زمین اللہ تعالیٰ کے

حکم کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ﴾ ”اس دن لوگ آئیں گے۔“ یعنی قیامت کے میدان سے جب اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا ﴿أَشْتَاتًا﴾ مختلف گروہوں کی صورت میں ﴿لِيُرَوَّاْ أَعْمَالَهُمْ﴾ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی برائیاں اور نیکیاں دکھائے جو ان سے صادر ہوئی ہیں اور ان کو ان اعمال کی پوری جزا کا مشاہدہ کرائے۔ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ ”پس جس نے ذرہ بھرنیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔“ یہ خیر و شر کے تمام اعمال کو شامل ہے؛ کیونکہ جب وہ ذرہ بھر وزن کو دیکھ سکے گا جو حقیر ترین چیز ہے اسے اس کی جزا بھی دی جائے گی تب وہ اعمال جو وزن میں اس سے زیادہ ہوں گے ان کا دکھ دینا تو زیادہ اولیٰ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تُوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهَا أَمَدًا بَعِيدًا﴾ (ال عمران: ۳۰/۳) ”جس دن ہر شخص اپنے بھلائی کے عمل اور برائی کے عمل کو موجود پائے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش! برائیوں اور اس کے درمیان بہت دوری ہوتی۔“ ﴿وَوَجَدُواْ مَا عَمِلُواْ حَاضِرًا﴾ (الکہف: ۹۷/۱۸) ”اور انھوں نے جو عمل کیے تھے ان کو موجود پائیں گے۔“

ان آیات میں بھلائی کے فعل کی ترغیب ہے، خواہ وہ بہت ہی تھوڑا ہو اور برائی کے فعل پر ترہیب ہے، خواہ وہ بہت ہی معمولی ہو۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْعَالِيَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْعَالِيَةِ
(۱۰۰ مَائِدَةُ ۱۱۴)

اِنَّا نَحْنُ
رُكُّوعًا ۱

وَالْعِدَّةِ صَبْحًا ۱ ۚ فَالْمُورِثِ قَدْ حَا ۲ ۚ فَالْمُغِيْرَةِ صُبْحًا ۳ ۚ فَالْثَرْنِ بِهِ

قسم ہے سر پہٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی بانٹے ہوئے پھر آگ نکالنے والوں کی سم مار کر پھر حملہ کرنے والوں کی صبح کے وقت پھر وہ اڑاتے ہیں اس وقت

نَقْعًا ۴ ۚ فَوَسْطَنَ بِهِ جَمْعًا ۵ ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۶ ۚ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَلِكِ

غبار پھر وہ درمیان میں گھس جاتے ہیں اس وقت (ڈن کی) جماعت میں یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے اور بلاشبہ اس بات پر

لَشَهِيدٌ ۷ ۚ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۸ ۚ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا

البتہ (خود بھی) شاہد ہے اور بلاشبہ وہ محبت مال میں (بھی) بہت سخت ہے کیا پس نہیں جانتا وہ جب نکال باہر کر دیا جائیگا جو کچھ

فِي الْقُبُورِ ۹ ۚ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۱۰ ۚ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۱۱ ۚ

قبروں میں ہے؟ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے بلاشبہ ان کا رب ان (کے حال) سے اس دن خبردار ہوگا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے، کیونکہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی روشن اور نمایاں نشانیاں اور ظاہری نعمتیں ہیں جو تمام خلایق کو معلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی ان کے اس حال میں قسم کھائی جس حال میں حیوانات کی تمام انواع میں سے کوئی حیوان ان کے ساتھ مشارکت نہیں کر سکتا۔ فرمایا: ﴿وَالْعُدِيَّتُ صَبِيحًا﴾ یعنی بہت قوت کے ساتھ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جبکہ ان سے ہاپنے کی آواز آرہی ہو۔ الصُّبْحُ گھوڑوں کے سانس کی آواز جو تیز دوڑتے وقت ان کے سینوں سے نکلتی ہے۔ ﴿قَالُمُورِيَّتُ﴾ ”پھر آگ جھاڑنے والوں کی اپنے سموں سے پتھروں پر ﴿قَدْحًا﴾ ”ناپ مار کر۔“ یعنی جب وہ گھوڑے دوڑتے ہیں تو ان کے سموں کی سختی اور ان کی قوت کی وجہ سے آگ نکلتی ہے۔ ﴿قَالُمُغِيْرِيَّتُ﴾ دشمن پر شب خون مارنے والے گھوڑوں کی ﴿صَبِيحًا﴾ ”صبح کے وقت۔“ اور یہ امر غالب ہے کہ (دشمن پر) شب خون صبح کے وقت منہ اندھیرے مارا جاتا ہے۔

﴿فَاَكْثَرَنَ بِهِ﴾ یعنی اپنے دوڑنے اور شب خون مارنے کے ذریعے سے ﴿نَفْعًا﴾ غبار اڑاتے ہیں۔ ﴿فَوَسَّطَنَ بِهِ﴾ ”پھر جاگھتے ہیں۔“ یعنی اپنے سواروں کے ساتھ ﴿جَمْعًا﴾ دشمن کے جھتوں کے درمیان جن پر دھاوا کیا ہے، جواب قسم، اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾ ”بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔“ یعنی وہ اس بھلائی سے محروم کرنے والا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا ہے۔ انسان کی فطرت اور جبلت یہ ہے کہ اس کا نفس ان حقوق کے بارے میں جو اس کے ذمے عائد ہوتے ہیں فیاضی نہیں کرتا کہ ان کو کامل طور پر اور پورے پورے ادا کر دے بلکہ اس کے ذمے جو مالی یا بدنی حقوق عائد ہوتے ہیں ان کے بارے میں اس کی فطرت میں سستی اور حقوق سے منع کرنا ہے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے بہرہ مند کیا اور اس نے اس وصف سے باہر نکل کر حقوق کی ادائیگی میں فیاضی کے وصف کو اختیار کر لیا۔

﴿وَ اِنَّكَ عَلٰی ذٰلِكَ لَشٰهِيْدٌ﴾ ”اور وہ اس پر گواہ ہے۔“ یعنی انسان کے نفس کی طرف جو عدم ساحت اور ناشکری معروف ہے، بے شک وہ بذات خود اس پر گواہ ہے، وہ اس کو جھٹلا سکتا ہے نہ اس کا انکار کر سکتا ہے، کیونکہ یہ بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہو، یعنی بے شک بندہ اپنے رب کا ناشکرا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے وعید اور سخت تہدید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہے جو اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

﴿وَ اِنَّكَ﴾ اور بلاشبہ انسان ﴿لِحُبِّ الْخَيْرِ﴾ مال کی محبت میں ﴿لَشَدِيْدٌ﴾ ”بہت سخت ہے۔“ یعنی مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اور مال کی محبت ہی اس کے لیے حقوق واجبہ کو ترک کرنے کی موجب بنی اور یوں اس نے اپنی شہوت نفس کو اپنے رب کی رضا پر ترجیح دی۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اس نے اپنی نظر کو صرف اسی

دنیا پر مکرور رکھا اور آخرت سے غافل رہا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے یوم وعید کا خوف دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿أَفَلَا يَعْلَمُ﴾ یعنی اپنے آپ کو طاقت ور سمجھنے والا یہ شخص، کیا نہیں جانتا؟ ﴿إِذَا بُعْثُوا فِي الْقُبُورِ﴾ جب اللہ تعالیٰ قبروں میں سے مردوں کو ان کے حشر و نشر کے لیے نکالے گا ﴿وَحُضِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ﴾ اور جو کچھ سینوں میں ہے وہ ظاہر اور واضح ہو جائے گا، سینوں کے اندر جو بھلائی یا برائی ہے وہ چھپی نہ رہے گی، ہر بھید کھل جائے گا اور باطل ظاہر ہو جائے گا اور ان کے اعمال کا نتیجہ تمام مخلوق کے سامنے آ جائے گا۔ ﴿إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ﴾ بے شک ان کا رب ان کے ظاہری اور باطنی، جلی اور خفی اعمال سے خبردار ہے اور وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کو اس دن کے ساتھ خاص طور پر ذکر کیا ہے حالانکہ وہ ان کے بارے میں ہر وقت خبر رکھنے والا ہے، کیونکہ اس سے مراد اعمال کی وہ جزا ہے جس کا باعث اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی اطلاع ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْقَارِعَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرعی) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْقَارِعَةِ
(۱۰۱) مَكِّيَّةٌ (۱۰۱)

اِيَّاَهَا
رَكْعَتَانِ

الْقَارِعَةُ ۱ مَا الْقَارِعَةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۳ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ

کھٹکھٹانے والی ۱ کیا ہے کھٹکھٹانے والی ۲ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کہ کیا ہے کھٹکھٹانے والی ۳ جس دن ہو جائیں گے لوگ

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۴ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۵ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

(ایسے) جیسے پروانے پتے بکھرے ہوئے ۴ اور ہو جائیں گے پہاڑ (ایسے) جیسے رنگین اون دھنکی ہوئی ۵ پس لیکن جو شخص کہ بھاری ہو گئی

مَوَازِينُهُ ۶ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۷ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۸ فَأَمَّهُ

اسکی میزان ۶ تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا ۷ اور لیکن جو شخص کہ ہلکی ہو گئی اس کی ترازو ۸ تو اس کا ٹھکانا

هَآوِيَةٍ ۹ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ ۱۰ نَارُ حَامِيَةٍ ۱۱

ہاویہ (کھڈ) ہوگا ۹ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے ہاویہ؟ ۱۰ (وہ) آگ ہے سخت دہکتی ہوئی ۱۱

﴿الْقَارِعَةُ﴾ قیامت کے دن کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا

ہے کہ یہ لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑے گی اور اپنی ہولناکیوں سے ان کو دہشت زدہ کر دے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ

نے اس کے معاملے کی عظمت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الْقَارِعَةُ ۱ مَا الْقَارِعَةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا

الْقَارِعَةُ ۳ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ﴾ ”کھڑکھڑا دینے والی۔ کیا ہے کھڑکھڑا دینے والی؟ تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا

دینے والی کیا ہے؟ جس دن ہو جائیں گے لوگ۔“ سخت گھبراہٹ اور ہولناکی کی وجہ سے ﴿كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ﴾

”بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح۔“ یعنی بکھرے ہوئے ٹڈی دل کی طرح ہوں گے جو ایک دوسرے میں موجزن ہوگا۔ (الْفَرَاشُ) یہ وہ حیوانات (پتنگے) ہیں جو رات کے وقت (روشنی میں) ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر موج بن کر آتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کہاں کا رخ کریں، جب ان کے سامنے آگ روشن کی جائے تو اپنے ضعف اور اک کی بنا پر ہجوم کر کے اس میں آگرتے ہیں۔ یہ تو حال ہوگا خردمند لوگوں کا۔

رہے بڑے ٹھوس اور سخت پہاڑ تو وہ ﴿كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ﴾ دھنکی ہوئی اون کے مانند ہو جائیں گے جو نہایت کمزور ہونگی جو جسے معمولی سی ہوا بھی اڑائے پھرتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتَكْرِى الْجِبَالَ تَحْصِبَهَا جَالِدًا وَهِيَ تَمْرُ مَرَّ السَّحَابِ﴾ (النمل: ۸۸/۲۷) ”اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا اور سمجھے گا کہ یہ جامد ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی چال چل رہے ہوں گے۔“ پھر اس کے بعد بکھرا ہوا غبار بن کر ختم ہو جائیں گے اور ان میں سے کچھ باقی نہیں بچے گا جس کو دیکھا جائے۔

اس وقت ترازو میں نصب کر دی جائیں گی اور لوگ دو قسموں میں منقسم ہو جائیں گے خوش بخت لوگ اور بد بخت لوگ۔ ﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ ”پس جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے۔“ یعنی جس کی نیکیاں برائیوں کی نسبت جھک جائیں گی ﴿فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ﴾ وہ نعمتوں والی جنت میں ہوگا۔ ﴿وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ﴾ ”اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے۔“ یعنی اس کی نیکیاں اتنی نہ ہوں گی جو اس کی برائیوں کے برابر ہوں ﴿فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ تو اس کا ٹھکانا اور مسکن جہنم ہوگا جس کے ناموں میں سے ایک نام الہاویۃ ہے، جہنم اس کے لیے بمنزلہ ماں کے ہوگا جو اپنے بیٹے کو ساتھ ساتھ رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾ (الفرقان: ۶۵/۲۵) ”بے شک جہنم کا عذاب تو چٹ جانے والا ہے۔“ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا دماغ جہنم میں گرے گا، یعنی اس کو سر کے بل جہنم میں گرایا جائے گا۔

﴿وَمَا آذَرَكَ مَا هِيَ﴾ ”اور تم کیا سمجھو کہ وہ (ہاویۃ) کیا ہے۔“ یہ سوال اس کے معاملے کو بڑا ہولناک کر کے دکھاتا ہے۔ پھر اپنے ارشاد سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿نَارًا حَامِيَةً﴾ سخت حرارت والی آگ اس کی حرارت دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ ہوگی۔ ہم اس آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تفسیر سورۃ التکاثّر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللہ کے نام سے (شرعاً) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سورۃ التکاثّر
(۱۱۱) مکیہ

آپائھا
۱ رکوعھا

الْهٰكُمْ التَّكَثَّرُوْۤا ۙ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۚ ۛ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۚ ۛ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ

غافل کر دیا تمہیں باہم کثرت کی خواہش نے ۛ یہاں تک کہ جا پہنچے قبرستانوں میں ۛ ہرگز نہیں اعتریب تم جان لو گے ۛ پھر ہرگز نہیں اعتریب

تَعْلَمُونَ ۖ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۖ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۖ ثُمَّ لَتَرَوْهَا

تم جان لو گے ○ یقیناً! اگر جان لو تم جانتا یقین کا ○ تو ضرور دیکھو گے تم دوزخ کو ○ پھر ضرور دیکھو گے تم اسے

عَيْنَ الْيَقِينِ ۖ ثُمَّ لَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۙ

یقین کی آنکھ سے ○ پھر ضرور سوال کئے جاؤ گے تم اس دن نعمتوں کی بابت ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو ان امور جن کے لیے ان کو پیدا کیا گیا ہے یعنی اکیلے اللہ کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہیں اس کی معرفت اس کی طرف انابت اور اس کی محبت کو ہر چیز پر مقدم رکھنے کو چھوڑ کر دوسری چیزوں میں مشغول ہونے پر زجر و توبیخ کرتا ہے۔ ﴿اَلْهٰکُمْ﴾ ”تمہیں غافل کر دیا۔“ مذکورہ بالا تمام چیزوں سے ﴿الشَّکَاوُہُ﴾ ”زیادہ طلب کرنے کی خواہش نہ۔“ اور جس چیز کی کثرت طلب کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر نہیں کیا تاکہ یہ ہر چیز کو شامل ہو جس کے ذریعے سے کثرت میں مقابلہ کرنے والے مقابلہ کرتے ہیں اور باہم فخر کرنے والے فخر کرتے ہیں مثلاً: مال، اولاد، اعوان و انصار، فوجیں، خدم و حشم اور جاہ وغیرہ جس میں لوگ ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کا قصد کرتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضائن کا مطلوب و مقصود نہیں ہوتا۔

تمہاری غفلت، تمہارا لہو و لعب اور تمہاری مشغولیت دائمی ہو گئی ﴿حَتّٰی دُرْتُمْ الْمَقَابِرَ﴾ ”یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔“ تب تمہارے سامنے سے پردہ ہٹ گیا مگر اس وقت جب تمہارا دنیا میں دوبارہ آنا ممکن نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿حَتّٰی دُرْتُمْ الْمَقَابِرَ﴾ دلالت کرتا ہے کہ برزخ ایسا گھر ہے جس سے مقصود آخرت کے گھر کی طرف نفوذ کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ”زائرین“ کے نام سے موسوم کیا ہے ”قیام کرنے والوں“ سے موسوم نہیں کیا۔ اور یہ چیز حیات بعد الموت اور ہمیشہ باقی رہنے والے غیر فانی گھر میں اعمال کی جزا و سزا پر دلالت کرتی ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے ان کو وعید سنائی: ﴿کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۖ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۖ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ﴾ ”ہرگز نہیں تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ہرگز نہیں پھر تمہیں جلد علم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو۔“ یعنی جو کچھ تمہارے سامنے ہے اگر تم اس کو جانتے ہو تے ایسا جاننا جودل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے تو تمہیں ایک دوسرے سے زیادہ مال و متاع حاصل کرنے کی خواہش غافل نہ کرتی اور تم جلدی سے اعمال صالحہ کی طرف بڑھتے مگر حقیقی علم کے معدوم ہونے نے تمہیں اس مقام پر پہنچا دیا جہاں تم اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔

﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ﴾ یعنی تم ضرور قیامت کو لوٹائے جاؤ گے پس تم یقیناً اس جہنم کو دیکھ لو گے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ﴿ثُمَّ لَتَرَوْهَا عَيْنَ الْيَقِينِ﴾ ”پھر تم اس کو ضرور عین الیقین کے طور پر دیکھو گے۔“ یعنی رؤیت بصری سے دیکھو گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَرَا الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا

أَنَّهُمْ مُّوَفِّقُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ (الكهف: ٥٣) اور مجرم جہنم کو دیکھ کر یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں جھوٹے جانے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔“

﴿ثُمَّ لَنَسْأَلَنَّ يَوْمَئِذٍ الْعَالَمِينَ﴾ پھر تم سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا جن سے تم دنیا کی زندگی میں متمتع ہوتے رہے ہو کہ آیا تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا اور آیا تم نے ان نعمتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا اور تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں ان نعمتوں سے مدد نہیں لی۔ تب وہ تمہیں ان نعمتوں سے اعلیٰ و افضل نعمتیں عطا کرے گا۔

یا تم ان نعمتوں کی وجہ سے فریب خوردہ رہے اور تم نے ان کا شکر ادا نہ کیا؟ بلکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں ان نعمتوں سے مدد لی تو اس پر اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَنْتَعْتُمْ بِهَا فَيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ﴾ (الأحقاف: ٢٠، ٤٦) ”جس دن ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا، جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی لذتیں اپنی دنیا کی زندگی ہی میں ختم کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے پس دنیا میں جو تم ناحق اکڑتے (تکبر کرتے) تھے اور نافرمانیاں کرتے تھے اس کے بدلے آج تمہیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔“

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْعَصْرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

بِأَنفِهَا ۝
رُكُوعًا ۝ ۱

سُورَةُ الْعَصْرِ
مَكِّيَّةٌ ۝ (١٠٣)

وَالْعَصْرِ ۝١ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

قسم ہے زمانے کی ○ بلاشبہ انسان خسارے میں ہے ○ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے نیک

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝٥ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٦

اور ایک دوسرے کو وصیت کی حق کی اور ایک دوسرے کو وصیت کی صبر (کرنے) کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھائی ہے جو گردشِ شب و روز کا نام ہے جو بندوں کے اعمال اور ان کے افعال کا محل ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ خُصَا سِر نفع اٹھانے والے کی ضد ہے۔ خسارے کے متعدد اور متفاوت مراتب ہیں۔ کبھی خسارہ مطلق ہوتا ہے، جیسے اس شخص کا حال جس نے دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھایا، جنت سے محروم ہوا اور جہنم کا مستحق ہوا۔ کبھی خسارہ اٹھانے والا کسی ایک پہلو سے خسارے میں رہتا ہے کسی دوسرے پہلو سے خسارے میں نہیں رہتا، بنا بریں اللہ تعالیٰ نے خسارے کو ہر انسان کے لیے عام قرار دیا ہے

سوائے اس شخص کے جو ان چار صفات سے مصنف ہے۔

(۱) ان امور پر ایمان لانا جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ایمان علم کے بغیر نہیں ہوتا اس لیے علم ایمان ہی کی فرع ہے، علم کے بغیر اس ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔

(۲) عمل صالح: یہ تمام ظاہری اور باطنی بھلائی کے افعال کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق واجبہ و مستحبہ سے متعلق ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کو حق جو ایمان اور عمل صالح کا نام ہے، یعنی اہل ایمان ایک دوسرے کو ان امور کی وصیت کرتے ہیں ان پر ایک دوسرے کو آمادہ کرتے اور ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی اس کی نافرمانی سے باز رہنے کی اور اللہ تعالیٰ کی تکلیف وہ تقدیر پر صبر کرنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرنا۔

پہلے دو امور کے ذریعے سے بندہ مومن اپنے آپ کی تکمیل کرتا ہے اور آخری دو امور کے ذریعے سے وہ دوسروں کی تکمیل کرتا ہے۔ ان چاروں امور کی تکمیل سے بندہ خسارے سے محفوظ رہتا ہے اور بہت بڑا نفع حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْهُمَزَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِنْشَاءً ۹
رُتَبَةً ۱

سُورَةُ الْهُمَزَةِ
(۱۲۱) مَكِّيَّةٌ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝۱ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝۲ يَحْسَبُ أَنَّ

ہلاکت ہے واسطے ہر عیب جو غیبت کر نیوالے کے ۰ وہ جس نے جمع کیا مال اور گن (گن) کر رکھا اسکو ۰ وہ سمجھتا ہے کہ بلاشبہ

مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝۳ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝۴ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵

اسکا مال ہمیشہ (زندہ) رکھے گا اسکو ۰ ہر گز نہیں! البتہ ضرور پھینکا جائے گا وہ ھُطُمہ میں ۰ اور کس چیز نے خبر دی آپکو کہ کیا ہے ھُطُمہ ۰

نَارُ اللَّهِ الْمَوْقِدَةُ ۝۶ الَّتِي تَطْلِعُ عَلَى الْآفِئَةِ ۝۷

وہ آگ ہے اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ۰ وہ جو پہنچتی ہے دلوں تک ۰

إِنهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۝۸ فِي عَمَدٍ مُّبْدَدَةٍ ۝۹

بلاشبہ وہ (آگ) ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی ۰ لمبے لمبے ستونوں میں ۰

﴿وَيْلٌ﴾ یعنی وعید و وبال اور سخت عذاب ﴿لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ ”ہر اس شخص کے لیے جو طعن آمیز

اشارے کرنے والا اور عیب جو ہے۔“ یعنی جو اپنے فعل سے لوگوں کی عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے قول سے چغل

خوری کرتا ہے۔ ہَمَّاز اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں میں عیب نکالتا ہے، اپنے فعل اور اشاروں سے طعنہ زنی کرتا ہے۔ لَمَّاز اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے قول سے لوگوں کے عیب نکالتا ہے۔ اس طعن آمیز اشارے کرنے والے اور چغل خور کی صفت یہ ہے کہ مال جمع کرنے اس کو گننے اور اس پر خوش ہونے کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں، بھلائی کے راستوں میں اور صلہ رحمی کے لیے اس مال کو خرچ کرنے میں اسے کوئی رغبت نہیں۔ ﴿يَحْسَبُ﴾ اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھتا ہے ﴿أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ﴾ کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا، اسی لیے اس کی تمام کد و کاوش اپنا مال بڑھانے میں صرف ہوتی ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی عمر کو بڑھاتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ بخل اعمال کو ختم اور شہروں کو برباد کر دیتا ہے اور نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔

﴿كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ﴾ یعنی اسے ضرور پھینکا جائے گا ﴿فِي الْعُطْمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعُطْمَةُ﴾ ”حطمہ میں اور آپ کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے؟“ یہ اس کی تعظیم اور اس کی ہولناکی کا بیان ہے، پھر اپنے اس ارشاد سے اس کی تفسیر فرمائی: ﴿نَارُ اللَّهِ الْمَوْقِدَةُ﴾ ”وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔“ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے ﴿الَّتِي﴾ جو اپنی شدت کے باعث ﴿تُطْلِعُ عَلَى الْفِتْنَةِ﴾ جسموں کو چھیدتی ہوئی دلوں تک جانے لگی۔ اتنی سخت حرارت کے باوجود وہ اس آگ میں محبوس ہوں گے، اس سے باہر نکلنے سے مایوس ہوں گے۔ اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ﴾ یعنی وہ آگ ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی ﴿فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ دروازوں کے پیچھے بڑے بڑے ستونوں میں تاکہ وہ اس سے باہر نہ نکل سکیں۔ ﴿كَلِمًا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أَعْمِدًا فِيهَا﴾ (السجدة: ۲۰/۳۲) ”جب بھی وہ اس آگ سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔“ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے غصا اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْفِيلِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرعاً جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے)

سُورَةُ الْفِيلِ
(۱۱۱ مِکَاتَةُ)

اِنْشَاءً
رُكُوعًا ۱

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ كِیْدَهُمْ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کیسے کیا آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ؟ ۱ کیا نہیں کر دیا تھا اس نے ان کی چال کو

فِی تَضْلِیْلٍ ۝ ۲ وَ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَیْلَ ۝ ۳ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ

بے کار؟ ۲ اور اس نے بھیجے ان پر پرندے حمزہ کے جنڈ ۳ وہ پھینکتے تھے ان پر ننگریاں

مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ ۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِّلٍ ۝ ۵

کھنکری ۴ سو اس (اللہ) نے کر دیا انہیں (ایسے) جیسے بھوسا کھایا ہوا ۵

کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی عظمت شان اپنے بندوں پر اس کی رحمت اس کی توحید کے دلائل اور اس کے رسول محمد ﷺ کی صداقت کو نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ جنہوں نے اس کے حرمت والے گھر کے خلاف سازش کی اور اس کو ڈھانے کا ارادہ کیا۔ پس اس کے لیے انہوں نے خوب تیاری کی اور بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لیے انہوں نے اپنے ساتھ ہاتھی بھی لے لیے تھے۔ وہ حبشہ اور یمن سے ایک ایسی فوج لے کر آئے جس کا مقابلہ کرنا عربوں کے بس میں نہ تھا۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو عربوں میں مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اہل مکہ ان کے خوف سے مکہ سے نکل گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول بھیجے، یعنی متفرق غول جو کھنگر کر گرم کنکریاں اٹھائے ہوئے تھے۔ پس پرندوں نے یہ کنکریاں ان پر پھینکیں اور انہوں نے دور اور نزدیک سب کو نشانہ بنایا اور وہ سب موت کے گھاٹ اتر گئے اور وہ یوں ہو گئے جیسے کھایا ہوا کھس۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر کے لیے کافی ہو گیا اور اس نے ان کی چال کو انھی پر لوٹا دیا۔ ان کا یہ واقعہ بہت مشہور اور معروف ہے۔ یہ واقعہ اس سال پیش آیا جس سال رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ پس یہ واقعہ آپ کی دعوت کی بنیاد اور آپ کی رسالت کی دلیل بن گیا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثنا اور اسی کا شکر ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ قُرَيْشٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللہ کے نام سے (شرعاً) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

لَا يُلَافُ قُرَيْشٌ ۱ الْفَهْمُ رِحْلَةُ الشَّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۲ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا

بوجہ مانوس ہونے قریش کے ۱ (یعنی) مانوس ہونا انکا سفر سے سردی اور گرمی کے ۲ پس چاہئے کہ وہ عبادت کریں مالک کی اس

الْبَيْتِ ۳ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۴ وَأَمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۵

گھر (کعبہ) کے ۳ وہ ذات جس نے کھانا کھلایا ان کو بھوک میں اور امن دیا ان کو خوف سے ۴

بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ جار اور مجرور کا تعلق ما قبل سورت سے ہے، یعنی ہم نے اصحاب فیل کے ساتھ جو کچھ کیا وہ قریش ان کے لیے امن ان کے مصالح کی درستی تجارت اور کسب معاش کے لیے سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف ان کے سفر کی خاطر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا جنہوں نے ان کے بارے میں کسی برائی کا ارادہ کیا۔ عربوں کے دلوں میں حرم اور اہل حرم کے معاملے کو تعظیم بخشی، یہاں تک کہ عرب قریش کا احترام کرنے لگے، قریش جہاں بھی سفر کا ارادہ کرتے تو عرب معترض نہ ہوتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ﴾ ”پس وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔“ یعنی اس کی توحید بیان کریں اور اس کے لیے عبادت کو خالص کریں۔ ﴿الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ

”جس نے انھیں بھوک میں کھانا دیا اور خوف سے امن وامان دیا۔“ رزق میں کشادگی خوف کے حالات میں امن سے بہرہ مند ہونا سب سے بڑی دنیاوی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے شکر کی موجب ہے، اے اللہ! اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں پر تو ہی ہر قسم کی حمد و ثنا اور شکر کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے ساتھ اپنی ربوبیت کو اس کے فضل و شرف کی وجہ سے مخصوص کیا ہے ورنہ تو وہ ہر چیز کا رب ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَاعُونِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) اور نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

پہاڑھا
رکوعھا ۱

سُورَةُ الْمَاعُونِ
(۲۶) مَكِّيَّةٌ (۱۰۷)

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۚ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۚ وَلَا يَحْضُ
بھلا دیکھا آپ نے اس شخص کو جو جھٹلاتا ہے جزا کو؟ پس یہ وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو اور نہیں شوق دلاتا وہ
عَلَى طَعَامِ الْيَتِيمِ ۚ فَكَيْفَ لِلْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ
کھانا کھلانے پر یتیم کو پس ہلاکت ہے (ان) نمازیوں کے لئے وہ جو کہ اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں
الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۚ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۚ

وہ جو کہ کھلاوا کرتے ہیں اور وہ انکار کرتے ہیں استعمال کی معمولی چیزوں سے بھی

اللہ تعالیٰ اس شخص کی مذمت کرتے ہوئے جس نے اس کے اور اس کے بندوں کے حقوق کو ترک کر دیا فرماتا ہے: ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ﴾ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو حیات بعد الموت کو جھٹلاتا ہے اور جو کچھ انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں ان پر ایمان نہیں لاتا؟ ﴿فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ﴾ پس یہی وہ شخص ہے جو سخت دلی اور تند خوئی سے یتیم کو دھکے دیتا ہے اور اپنی قساوت قلبی کی بنا پر اس پر رحم نہیں کرتا نیز اس کا سبب یہ بھی ہے کہ وہ ثواب کی امید رکھتا ہے نہ عذاب سے ڈرتا ہے۔ ﴿وَلَا يَحْضُ﴾ اور دوسروں کو ترغیب نہیں دیتا ﴿عَلَى طَعَامِ الْيَتِيمِ﴾ ”یتیم کے کھانے پر“ اور وہ خود تو بالاولیٰ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا۔

﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ﴾ ہلاکت ہے نماز کا التزام کرنے والوں کے لیے مگر وہ ﴿عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ ”اپنی نماز سے غافل ہیں۔“ یعنی وہ اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں اس کے وقت مسنون کو ترک کرتے ہیں اور اس کے ارکان کو برے طریقے سے ادا کرتے ہیں اس کا سبب اللہ تعالیٰ کے حکم کا عدم اہتمام ہے کہ انھوں نے نماز کو ترک کر دیا جو سب سے اہم عبادت ہے۔ نماز سے غفلت ہی ہے جو نمازی کو مذمت اور ملامت کا مستحق بناتی ہے۔ اور ہر نماز کے اندر یہ تو یہ ہر ایک سے واقع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ سے بھی یہ واقع ہوا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے نماز سے غافل لوگوں کو ”یراءون“ فرمایا: ﴿الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ﴾

یعنی وہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے عمل کرتے ہیں۔ ﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ کسی چیز کو عاریتاً یا ہبہ کے طور پر عطا کرنے سے جس کے عطا کرنے پر ان کو نقصان نہیں پہنچتا، روکتے ہیں؛ مثلاً: برتن، ڈول، کلباڑی وغیرہ جن کو استعمال کے لیے دینے اور ان کے بارے میں فیاضی کرنے کی عام عادت جاری ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی شدید حرص کے باعث استعمال کی معمولی اشیا کو دینے سے منع کرتے ہیں؛ تب ان سے زیادہ بڑی اشیا (لوگوں کو استعمال کے لیے) دیتے وقت ان کا کیا حال ہوگا۔

اس سورہ مبارکہ میں یتیموں اور مساکین کو کھانا کھلانے، نیز نماز کا خیال رکھنے، اس کی حفاظت کرنے اور نماز اور دیگر تمام اعمال میں اخلاص کو مد نظر رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز معروف پر عمل کرنے، معمولی اموال کو استعمال کے لیے عطا کرنے کی ترغیب ہے؛ مثلاً: برتن، ڈول اور کتاب وغیرہ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ندمت کی ہے جو ایسا نہیں کرتا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔ والحمد لله رب العالمین

تَفْسِیْرُ سُورَةِ الْكَوْثَرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللہ کے نام سے (شرعاً) جو نہایت مہربان، بہت دُرُکُرنے والا ہے

وَاٰیٰتُهَا
۳
رُكُوْعُهَا
۱

سُورَةُ الْكَوْثَرِ
(۱۰۰-۱۱۰)

اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

یقیناً عطا کی ہم نے آپ کو کثرت ۝ سو آپ نماز پڑھیں اپنے رب کیلئے اور قربانی کریں ۝ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان رہے گا ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر احسان کرتے ہوئے خطاب فرماتا ہے: ﴿اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ یعنی ہم نے آپ کو خیر کثیر اور فضل عظیم عطا کیا۔ مجملہ اس خیر کثیر میں سے جو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو عطا فرمائے گا، ایک نہر بھی ہے جس کو (الْكَوْثَرُ) کہا جاتا ہے، حوض کوثر کا طول ایک ماہ کی مسافت اور اس کا عرض بھی ایک ماہ کی مسافت ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر میٹھا ہے، اس کے پینے کے برتن اپنی کثرت اور چمک میں آسمان کے ستاروں کے مانند ہوں گے۔ جو کوئی حوض کوثر سے ایک مرتبہ پانی پی لے گا، اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے احسان و عنایت کا ذکر کرنے کے بعد آپ کو اس احسان پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ”پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔“ اللہ تعالیٰ نے ان دو عبادتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا؛ کیونکہ یہ دونوں افضل ترین عبادات اور تقرب الہی کا جلیل ترین ذریعہ ہیں، نیز ان دونوں کا خاص طور پر ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نماز قلب اور جوارح میں خشوع کو متضمن ہے، پھر اسے عبادت کی دیگر تمام انواع میں منتقل کر دیتی ہے۔ جانور ذبح کرنے میں یہ حکمت ہے کہ بندے کے پاس جو

کچھ ہے اس میں سے افضل ترین چیز قربانی کے ذریعے سے قرب الہی حاصل کرنا اور مال خرچ کرنا ہے جس سے محبت کرنا اور اس میں بخل کرنا نفس انسانی کی جبلت ہے۔

﴿إِنْ شَاءَ رَبُّكَ﴾ آپ سے بغض رکھنے والا آپ کی مذمت اور تنقیص کرنے والا ﴿هُوَ الْكَافِرُ﴾ یعنی وہ ہر بھلائی سے محروم ہے اس کا عمل منقطع ہے اور اس کا ذکر منقطع ہے۔ رہے رسول مصطفیٰ محمد ﷺ تو حقیقت میں وہی کامل ہیں آپ کمال کے اس بلند ترین مرتبے پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں تک پہنچنا مخلوق میں سے کسی کے لیے ممکن نہیں، مثلاً: رفعت ذکر، کثرت الانصار اور کثرت تبعین۔

تفسیر سورۃ الکافرون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سورۃ الکافرون
(۱۸۰) (۵۰-۵۱)

آیت ۶
تذکرہ ۱

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا

آپ کہہ دیجئے: اے کافرو! ۱۔ میں عبادت کرتا ہوں جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو ۲۔ اور نہ تم عبادت کرتے ہو انکی جسکی

اَعْبُدُ ۝۳ وَلَا اَنَا عٰبِدُ مَا عٰبَدْتُمْ ۝۴ وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

میں عبادت کرتا ہوں ۳۔ اور نہ میں ہی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو ۴۔ اور نہ تم ہی عبادت کرنے والے ہو

مَا اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَلِيْ دِيْنٍ ۝۶

اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں ۵۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ۶۔

یعنی کفار کو نہایت صراحت کے ساتھ آگاہ کرتے ہوئے کہہ دیجئے: ﴿لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ”جن کو تم پوجتے ہو میں ان کو نہیں پوجتا۔“ یعنی آپ کفار کے ان خود ساختہ معبودوں سے براءت کا اظہار کریں جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ظاہر اور باطن میں عبادت کرتے تھے۔

﴿وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ﴾ ”اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمہاری عبادت میں تمہارا اخلاص معدوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تمہاری عبادت جو شرک سے مقرون ہے، عبادت نہیں کہلا سکتی۔ اس جملے کو مکمل بیان کیا تا کہ اول عدم وجود فعل پر دلالت کرے اور دوسرا اس امر پر دلالت کرے کہ یہ ان کا وصف لازم بن گیا تھا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے درمیان امتیاز اور تفریق کی ہے۔ فرمایا: ﴿لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَلِيْ دِيْنٍ﴾ ”تم اپنے دین پر اور میں اپنے دین پر۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ﴾ (بنی اسرائیل: ۸۴/۱۷) ”کہہ دیجئے: ہر شخص اپنے اپنے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے۔“ فرمایا: ﴿اَنْتُمْ بَرِيْتُونَ﴾

﴿يُونُس: ٤١/١٠﴾ ”جو کچھ میں کرتا ہوں تم اس سے بری ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے بری ہوں۔“

تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّصْرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

ایک لکھا ۲
دو لکھا ۱

سُورَةُ النَّصْرِ
(١٠٠ آيَاتٍ)

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۚ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝

جب آجائے مدد اللہ کی اور فتح ۝ اور آپ دیکھیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج ۝

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

تو آپ تسبیح کیجئے ساتھ حمد کے اپنے رب کی اور بخشش مانگئے اس سے بلاشبہ وہ ہے بڑا توبہ قبول کرنے والا ۝

اس سورہ کریمہ میں ایک خوشخبری ہے اس خوشخبری کے حاصل ہو جانے پر رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک حکم ہے نیز اس میں اس خوشخبری پر مرتب ہونے والے احوال کی طرف اشارہ اور اس پر تنبیہ ہے۔ خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کے لیے نصرت، فتح مکہ اور لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے کی ہے ان میں سے بہت لوگ آپ کے دشمن تھے اس کے بعد وہی لوگ آپ کے اعوان و انصار ہوں گے اور جس چیز کے بارے میں خوشخبری دی گئی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

رہا فتح و نصرت کے بعد حکم تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس فتح و نصرت پر اس کا شکر ادا کریں اس کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کریں اور اس سے استغفار کریں۔
رہا اشارہ تو اس میں دو اشارے ہیں۔

اول: دین اسلام دائمی فتح و نصرت سے بہرہ مند رہے گا اس کے رسول کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور استغفار پر اس نصرت میں اضافہ ہوگا، کیونکہ تسبیح و استغفار شکر ہی شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (إسراہیم: ۷/۱۴) ”اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔“ اور یہ چیز خلفائے راشدین کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی امت کو حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ ہم رکاب رہی یہاں تک کہ اسلام اس مقام پر پہنچ گیا جہاں تمام ادیان میں سے کوئی دین نہیں پہنچ سکا حتیٰ کہ امت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت میں افعال صادر ہونے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تفرق کلمہ و ترشیت امر کے ذریعے سے انہیں آزمایا۔ پس پھر جو ہونا تھا ہوا۔ بایں ہمہ اس امت پر اور اس دین پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور نہ خیال کی وہاں تک رسائی ہی ہے۔

دوم: رہا دوسرا اشارہ تو یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی اجل قریب آگئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک، فضیلت والی عمر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اور اس نے مقرر فرمادیا ہے کہ فضیلت والے امور کا اختتام، استغفار کے ساتھ ہو مثلاً: نماز اور حج وغیرہ۔ پس اللہ تعالیٰ کا اس حال میں آپ کو حمد و استغفار کا حکم دینا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔ اب آپ کو اپنے رب کی ملاقات کے لیے مستعد اور تیار رہنا چاہیے اور آپ کو اپنی عمر کا اختتام اس افضل ترین چیز پر کرنا چاہیے جو آپ موجود پاتے ہیں۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

چنانچہ آپ قرآن کی (اس آیت کی) تاویل کرتے ہوئے اپنی نماز کے اندر رکوع و سجود میں نہایت کثرت سے یہ پڑھا کرتے تھے ﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي﴾ ① ”اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اے اللہ! مجھے بخش دے۔“

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْهَبِّ

ابوہب
رُكُونَهَا ١

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْهَبِّ
(١٠) مَكِّيَّةٌ (١١)

تَبَّتْ يَدَايَ اِنِّى لَهَبٍ وَتَبَّ ① مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصْلٰى
ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہو گیا ① نہ فائدہ دیا اسکا مال نے اور جو کچھ اس نے کمایا ② ضرور داخل ہوگا وہ
نَارًا اِذَا تَلَهَّبَ ③ وَاَمْرَاتُهُ ④ حَمَالَةَ الْحَطَبِ ⑤ فِى جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑥
بھڑکتی آگ میں ③ اور اس کی بیوی بھی لکڑیاں ڈھونے والی ④ اس کی گردن میں رسی ہوگی چھال کی بی بی ہوئی ⑤

ابولہب، نبی اکرم ﷺ کا چچا تھا، آپ سے شدید عداوت رکھتا تھا اور آپ کو سخت اذیت پہنچاتا تھا، اس میں کوئی دین کی رمت بھی نہ قربت کی حمیت۔ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ذمہ عظیم کے ذریعے سے اس کی مذمت بیان فرمائی جو قیامت کے دن تک اس کے لیے رسوائی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿تَبَّتْ يَدَا اِنِّى لَهَبٍ﴾ یعنی اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ بدبختی میں پڑ گیا ﴿وَتَبَّ﴾ اس نے نفع حاصل نہ کیا۔ ﴿مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ﴾ وہ مال اس کے کسی کام نہ آیا جو اس کے پاس تھا اور اس مال نے اسے سرکش بنا دیا تھا اور جو مال اس نے کمایا تھا جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو وہ اس عذاب کو کچھ بھی دور نہ کر سکا۔ ﴿سَيَصْلٰى نَارًا اِذَا تَلَهَّبَ﴾ ”وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔“ یعنی آگ اسے ہر جانب سے گھیر لے گی ﴿وَاَمْرَاتُهُ حَمَالَةَ الْحَطَبِ﴾

① صحیح البخاری، الاذان، باب الدعاء فی الركوع، ح: ۷۹۴ و صحیح مسلم، الصلوۃ، باب ما یقال فی الركوع

”اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔“ اس کی بیوی بھی رسول اللہ ﷺ کو سخت اذیت پہنچاتی تھی، میاں بیوی دونوں گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے تھے وہ تکلیف پہنچاتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتی تھی۔ اس کی پیٹھ پر بوجھ لا دیا جائے گا اس شخص کے مانند جو ایندھن اکٹھا کرتا ہے۔ اس کی گردن میں ڈالنے کے لیے ایک رستی تیار کی گئی ہے ﴿مَنْ مَسَدًا﴾ ”مونج کی۔“ یعنی کھجور کے پتوں کے ریشے سے بنی ہوئی۔

یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (جہنم میں) وہ ایندھن اٹھا اٹھا کر اپنے شوہر پر ڈالے گی اور اس کے گلے میں کھجور کے پتوں کے ریشوں سے بنی ہوئی رستی بندھی ہوئی ہوگی۔ دونوں معنوں کے مطابق اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے؛ کیونکہ یہ سورہ کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب ابولہب اور اس کی بیوی ابھی ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خبر دی کہ عنقریب انھیں جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ دونوں ایمان نہیں لائیں گے۔ پس یہ اسی طرح واقع ہوا جس طرح عالم الغیب والشہادۃ نے خبر دی تھی۔

تَفْہِیْمٌ سُورَةُ الْاٰخِلَاقِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شریع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

ایمانیہ ۲
دفعہ ۱

سُورَةُ الْاٰخِلَاقِ
(۴۱)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۝۳ وَ لَمْ يُولَدْ ۝۴

آپ کہہ دیجئے: وہ اللہ یکتا ہے ۝ اللہ بے نیاز ہے ۝ نہیں جناس نے (کسی کو) اور نہیں وہ (خود) جنا گیا ۝

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۵

اور نہیں ہے اس کا ہمسر کوئی بھی ۝

﴿قُلْ﴾ یعنی اس حقیقت پر اعتقاد رکھتے ہوئے اور اس کے معنی کو جانتے ہوئے حتمی طور پر کہہ دیجئے: ﴿هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ وہ اللہ ایک ہی ہے، یعنی وحدانیت اس کی ذات میں منحصر ہے۔ وہ ہر قسم کے کمال میں احد اور منفرد ہے جو اسمائے حسنیٰ صفات کاملہ و عالیہ افعال مقدسہ کا مالک ہے جس کی کوئی نظیر ہے نہ مثیل۔ ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ ”اللہ بے نیاز ہے۔“ یعنی تمام حوائج میں وہی مقصود ہے۔ عالم بالا اور عالم سفلی کے رہنے والے سب اس کے انتہائی محتاج ہیں اسی سے اپنی حاجتوں کا سوال کرتے ہیں اپنے اہم امور میں اسی کی طرف راغب ہوتے ہیں؛ کیونکہ وہ اپنے اوصاف میں کامل ہے وہ علیم ہے جو اپنے علم میں کامل ہے، حلیم ہے جو اپنے حلم میں کامل اور رحیم ہے جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کننا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے تمام اوصاف میں کامل ہے۔ یہ اس کا کمال ہے کہ ﴿لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ﴾

اس نے کسی کو جنم دیا ہے نہ اسے کسی نے جنم دیا ہے کیونکہ وہ کامل طور پر غنی ہے ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ اس کے اسماء میں نہ اس کی صفات میں اور نہ اس کے افعال میں کوئی اس کا ہم سر ہے۔ اس کی ذات بابرکت اور بہت بلند ہے۔ یہ سورہ کریمہ تو حید اسماء و صفات پر مشتمل ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْفَلَقِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرعاً) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْفَلَقِ
(۱۰۳ مَائِدَةُ ۲۰)

اِنَّا لَنُفَا
رُكُّوْهَا ۱

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ

کہہ دیجئے: میں پناہ میں آتا ہوں مج کے رب کی ۝ (ہر) اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ۝ اور اندھیری رات کے شر سے

اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

جب وہ چھا جائے ۝ اور پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے گرہوں میں ۝ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ۝

﴿قُلْ﴾ یعنی آپ اللہ کی پناہ مانگنے کے لیے کہیے: ﴿اَعُوْذُ﴾ میں پناہ ڈھونڈتا ہوں اور اپنا بچاؤ تلاش کرتا

ہوں ﴿بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ ”رب فلق کے ذریعے سے۔“ یعنی جو انے اور گھٹلی کو پھاڑتا ہے اور صبح کو نمودار کرتا

ہے۔ ﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ ”ہر چیز کے شر سے جو اس نے بنائی۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق، انسان، جنات اور

حیوانات سب کو شامل ہے۔ پس ان تمام مخلوقات کے اندر موجود شر سے ان کو پیدا کرنے والے کی پناہ مانگی جاتی ہے

پھر اللہ تعالیٰ نے عام چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد خاص چیزوں کا ذکر کیا، فرمایا: ﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾

”اور شب تاریک کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔“ یعنی میں اس شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جو رات

کے اندر ہوتا ہے جب وہ لوگوں پر چھا جاتا ہے اور اس میں بہت سی شریر ارواح اور موذی حیوانات پھیل جاتے ہیں۔

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾ یعنی جادو کرنے والی عورتوں کے شر سے جو اپنے جادو میں گرہوں میں

پھونکوں سے کام لیتی ہیں جن کو وہ جادو کے لیے باندھتی ہیں۔ ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾ ”اور حاسد کے

شر سے جب وہ حسد کرے۔“ حاسد وہ ہے جو محسود کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اور ان تمام اسباب کے ذریعے سے

جن پر وہ قادر ہے اس نعمت کے زوال کے لیے کوشاں رہتا ہے تب اس کے شر سے بچنے اور اس کے مکر و فریب

کے ابطال کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ کی حاجت ہوتی ہے۔ نظر لگانے والا بھی حاسد ہی شمار ہوتا ہے؛ کیونکہ نظر بد

صرف حاسد، شریر الطبع اور خبیث النفس شخص ہی سے صادر ہوتی ہے۔

یہ سورہ کریمہ عام طور پر اور خاص طور پر شرکی تمام انواع سے استعاذہ کو متضمن ہے نیز اس بات پر دلالت

کرتی ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اس کے ضرر سے ڈرا جاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جاتی ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّاسِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرع اور نہایت مہربان بہت بزرگ کرنے والا ہے)

اِنَّا نَحْنُ
رُكُوعًا ۱سُورَةُ النَّاسِ
(۱۰۴ مَائِدَةُ ۱۶۱)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۱ مَلِكِ النَّاسِ ۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۳ مِنْ شَرِّ

کہہ دیجئے: میں پناہ میں آتا ہوں انسانوں کے رب کی ۱ انسانوں کے بادشاہ کی ۲ انسانوں کے معبود کی ۳ شر سے

الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۴ الَّذِي يُّوسِّسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۵

وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے ۴ وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں ۵

مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ ۶

جنوں میں سے اور انسانوں میں سے ۶

یہ سورہ مبارکہ لوگوں کے رب ان کے مالک اور ان کے معبود کے پاس شیطان سے پناہ ہے جو تمام برائیوں کی جڑ اور ان کا مادہ ہے جس کا فتنہ اور شر یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ان کے سامنے شرکی تحسین کرتا ہے۔ برائی کو انتہائی خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کرتا ہے اور برائی کے ارتکاب کے لیے ان کے اندر نشاط پیدا کرتا ہے۔ وہ انھیں بھلائی سے باز رکھتا ہے اور اس کو کسی اور ہی صورت میں ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی حال میں رہتا ہے کہ وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے یعنی جب بندہ مومن اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کو دفع کرنے کے لیے اپنے رب کی مدد چاہتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ بندے کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے ذریعے سے جو تمام لوگوں کے لیے عام ہے مدد طلب کرے اس کی پناہ مانگے اور اسی کی پناہ میں آکر اپنا بچاؤ کرے۔ تمام مخلوق اس کی ربوبیت اور بادشاہی کے تحت ہے وہ ہر جان دار کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے۔

نیز وہ اس کی الوہیت کی پناہ حاصل کرے جس کی بنا پر اس نے ان سب کو تخلیق کیا اور ان کے لیے یہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ ان کے دشمن کا شرف نہ کیا جائے جو انھیں اس کے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے وہ اس کے اور ان کے درمیان حائل ہونا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ ان کو اپنے گروہ میں شامل کر لے تاکہ وہ بھی جہنمی بن جائیں۔

وسوسہ جس طرح جنات کی طرف سے ہوتا ہے اسی طرح انسانوں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اس لیے فرمایا:

﴿مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ وسوسہ ڈالنے والا خواہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَوَّلًا وَاٰخِرًا، ظَاهِرًا وَبَاطِنًا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنی نعمتوں کا اتمام کرے ہمارے گناہوں کو بخش دے جو ہمارے اور اس کی بہت سی برکات کے درمیان حائل ہیں۔ وہ ہماری خطاؤں اور شہوات کو معاف کر دے جنہوں نے ہماری عقلوں کو اس کی آیات میں تدبیر و تفکر سے عاری کر دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے دامن میں جو برائیاں ہیں ان کے بدلے میں وہ ہمیں اپنی بھلائی سے محروم نہیں کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس اور اس کی رحمت سے صرف گمراہ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّم عَلَى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ صَلَوةً وَسَلَاماً دَائِمِينَ مُتَوَاصِلِينَ أَبَدَ الْأَوْقَاتِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔

کتاب اللہ کی تفسیر اس کی مدد اور توفیق سے اس کے مرتب اور کاتب عبدالرحمن بن ناصر بن عبداللہ المعروف بہ ”ابن سعدی“ کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس کے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔ اور اس کی ترتیب یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ میں اور اس کی نقل شعبان ۱۳۳۵ھ میں مکمل ہوئی۔ (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا وَاعْفُ عَنَّا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ)۔

اس کے ساتھ ہی تفسیر سعدی ﴿تَفْسِيرُ الْكَرِيمِ الرَّحْمَنِ فِي تَفْسِيرِ كَلَامِ الْمَنَانِ﴾ کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ الْكَرِيمِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ)۔

احقر العباد

طیب شاہین لودھی

نیشن۔ ۱۹ سی بودلہ ٹاؤن ملتان

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۶ جنوری ۱۹۹۹ء

ترجمے کی تصحیح و تنقیح اور نظر ثانی کا کام بِعَوْنِ اللّٰهِ وَتَوْفِیْقِہٖ، ماہ صفر ۱۴۲۴ھ (مطابق اپریل 2003ء) میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔
 اللہ تعالیٰ فاضل مفسر ﷺ، فاضل مترجم ﷺ، راقم الحروف، دیگر معاونین و رفقاء دارالسلام اور ناشرین کی مساعی حسنہ کو قبول فرمائے، اسے ان سب کی نجات اور رفع درجات کا ذریعہ بنائے اور اس تفسیر کو اردو دان حضرات کے لیے بھی اسی طرح قرآن فہمی کا باعث بنائے جیسے اس کا عربی ایڈیشن عرب علماء و شیوخ کے لیے فہم قرآن کا وسیلہ ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف

شاداب کالونی گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

(16 اپریل 2003ء)